مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ

نقوش اسلام

Issue.No. 10 | دسمبر ۲۰۱۰ء (December.2010) ذی الحجہ، محرم الحرام ۱۴۳۱ھ | VOL.No. 5

زیر سرپرستی

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی — الحاج موسیٰ بھائی درسوت
مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی — مولانا محمد احمد صالح جی
مولانا حافظ محمد ایوب — مولانا یحییٰ بام — مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی
حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood _azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ ''نقوش اسلام''، مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ ۱۰/روپے
سالانہ ۱۰۰/روپے
خصوصی ۳۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۲۰/ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت : قاری محمد صالحین
09675335910/ 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
Vill&P.O.MUZAFFARABAD, DISTT.SAHARANPUR (U.P) **EDITOR**:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

iles\A017.TI not found. Files\A003.TIF not found. iles\A017.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
مدارس کا نظام تعلیم وتربیت	محمد مسعود عزیزی ندوی	
ارشادات		۷
ملفوظات حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ	مولانا محمد حسین للہی	
دوائے دل		۹
عظمت القرآن، ایک یادگار تقریر	حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ	
تاریخ کے دامن سے		۱۳
شیر خوار بچوں کا کلام کرنا	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
مشعل راہ		۱۷
ولی کامل، یادگار اسلاف قاری صدیق احمد صاحبؒ کا بیان	(ادارہ)	
تجزیہ		۲۱
میڈیا اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں	مولانا علم اللہ اصلاحی	
دعوت دین		۲۶
دعوت الی اللہ ایک اہم فریضہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
لمحۂ فکریہ		۳۴
طلبۂ مدارس میں انحطاط علمی کے اسباب	مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی	
حقائق		۳۶
ظلم کا بدلہ	مولانا عبدالمالک مجاہد (ریاض)	
یاد رفتگاں		۳۸
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ	مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی	
غوروفکر		۴۳
سبحان اللہ ہر شئی تسبیح خواں ہے	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۷
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین (فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی // //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی // //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی (فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی	۶۰۰............
¼ صفحہ //	۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰؍روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سنیٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

مدارس کا نظامِ تعلیم وتربیت

محمد مسعود عزیزی ندوی

اس وقت مدارس اسلامیہ سے متعلق کوئی بات کہنا، کوئی اصلاحی تجویز پیش کرنا بلکہ کسی بھی طرح کی لب کشائی کرنا یہ آدمی کو شک کے دائرہ میں لاکھڑا کرتی ہے کہ لوگوں کو کیا پڑی ہے کہ مدارس کے پیچھے ہی ہاتھ دھوکر پڑے ہیں، مٹھی بھر طلبہ ان میں پڑھتے ہیں، جو بھی ہورہا ہے، سب ٹھیک ہورہا ہے، ہمارا نظام، نصاب اور دستور العمل ٹھوس، مضبوط اور اکابر کا وضع کردہ ہے، اسی منہج اور نظام کے مطابق نہ معلوم کتنے اکابر علماء، فقہاء، محدثین اور ائمہ فن پیدا ہوئے ہیں۔

بعض اصحاب فکر کو مدارس کے موجودہ طرز تعلیم، طرز انتظام سے اختلاف ہے، وہ اختلاف اگر اہل مدارس کے علاوہ کی طرف سے ہوتا تو شاید اتنا اہم بھی نہ سمجھا جاتا اور اس کی وقعت بھی زیادہ نہ ہوتی، مگر معاملہ اس کے برعکس ہے، جیسا کہ نصاب تعلیم کے سلسلہ میں بھی آواز لگانے والے سواصدی پہلے اہل مدارس ہی تھے، اور اب نظام مدارس کے سلسلہ میں آواز لگانیوالے بھی اہل مدارس ہی ہیں، بعض اہل مدارس جو اس سلسلہ میں فکرمند ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہمارے مدارس میں تعلیم کا جو اوسط ہے وہ کافی کم ہوتا جارہا ہے، مثلاً سالانہ چھٹی کہیں تو شروع شعبان میں، کہیں نصف شعبان میں اور کہیں اخیر عشرے کی ابتدا میں ہوجاتی ہے، پھر عید کے بعد داخلوں کی کارروائی ہوتے ہوتے کہیں پندرہ شوال اور اکثر جگہ شوال کا اخیر ہی ہوجاتا ہے، جب پڑھائی شروع ہوتی ہے، پھر عیدالاضحیٰ کے موقع پر دور والے طلبہ ٹکٹوں کے چکر میں پڑجاتے ہیں اور کنشیسن فارم حاصل کرنے کی تگ ودو میں لگ جاتے ہیں، یوں ذی الحجہ کا بھی اکثر حصہ چھٹیوں کی نذر ہوجاتا ہے، پھر کہیں ماہانہ ٹیسٹ ہوتا ہے، کہیں دو ماہی ٹیسٹ ہوتا ہے، کہیں سہ ماہی ہوتا ہے اور اکثر جگہ ششماہی امتحان ہوتا ہے، تو اس میں بھی چھٹی ہوتی ہے اور اچھا خاصہ وقت گذر جاتا ہے، غرضیکہ سال کے بارہ مہینوں میں ۲/ ماہ تو شعبان رمضان شوال میں نکل جاتے ہیں، ایک ماہ عیدالاضحیٰ اور ششماہی کی تعطیل میں نکل جاتا ہے، باقی ۹/ ماہ میں ۳۶/ جمعہ آتے ہیں، اور جمعہ کے ساتھ اکثر جگہ جمعرات کی شام کا وقت تو متأثر ہوہی جاتا ہے؛ لیکن اگر جمعوں کے ۳۶/ دن نہ لگائیں جائیں، تب بھی ۳/ ماہ تو ضائع ہوہی جاتے ہیں، اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں یہ امت کا اور اس کے مال کا اور امت کے افراد کے وقت اور صلاحیت کا استحصال تو نہیں ہورہا ہے؟۔

اگرچہ بعض حضرات اس طرح بھی جواب دیتے ہیں کہ نہیں صاحب! ہمارے یہاں جو نصاب ہے، وہ پورا ہوجاتا ہے، کوئی کتاب ناقص نہیں رہتی، اور ہمارے یہاں طلبہ کی استعداد بھی اچھی ہے، ماشاءاللہ سب ان کو ہضم ہوجاتا ہے، یہ اور اس طرح کی باتیں اپنے

دل کواور اپنے ماحول اور اپنی پرانی عادت کو سمجھانے اور تسلی دینے کے لیے تو بہت اچھی اور قابل اطمینان ہیں، مسئلہ اس کا نہیں کہ نصاب پورا ہو جاتا ہے، اور صلاحیت بھی بزعم خویش صحیح ہو جاتی ہے، مسئلہ اس قیمتی وقت کا ہے جو ضائع ہو جاتا ہے، اگر ۹/ماہ میں مجوزہ نصاب پورا ہو رہا ہے، اور صلاحیت بھی مناسب بن رہی ہے، تو نصاب کو بڑھا کر اور کم سے کم چھٹی کر کے مزید صلاحیت بنائی جاسکتی ہے، اگر نصاب جوں کا توں رکھنا ہے، تو طلبہ کے ۷/یا ۸/سال کیوں ضائع کئے جارہے ہیں، یہی نصاب، یہی کام، یہی صلاحیت ۵/یا ۶/سال میں کیوں نہیں ہو پاتی، تاکہ اگلے دو یا تین سال میں طالب علم حدیث میں، تفسیر میں، فقہ میں، ادب میں یا انگریزی زبان میں تخصص کرلے اور اتنے وقت میں وہ اپنے آپ کو زیادہ مفید اور باصلاحیت بنالے اور امت کے لیے زیادہ کارگر ثابت ہو جائے، مدارس کے اس نظام کے سلسلہ میں نص تو ثابت ہے نہیں، یہ تو حالات اور وقت کے تقاضے کے مطابق اکابرین نصاب اور نظام وضع کرتے رہے، تو اس سلسلہ میں اگر علماء کرام غور فرماویں اور سنجیدگی سے جوامت کے طلبہ کا وقت ضائع ہو رہا ہے -جس کے ضائع ہونے کا کم لوگوں کو احساس ہے- اس کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے جو بھی نظام بنائیں گے تو آئندہ آنے والی نسلیں اس کو بھی اکابر ہی کا نظام سمجھیں گی، اس لیے کہ ہر پہلا بعد والے کے لیے اکابر میں ہی شمار ہوتا ہے، اس لیے بعض اہل علم مفکرین کا کہنا ہے کہ جہاں ارباب مدارس بہت حد تک اصلاح نصاب کے سلسلہ میں حرکت میں آئے ہیں، اور کچھ نہ کچھ نصاب کے سلسلہ میں کوشش کی ہے، وہ نظام مدارس کے سلسلہ میں بھی کوشش کریں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اصل میں رمضان شریف میں حصول زر اور چندہ کے لیے علماء اور سفراء مدارس دور دراز علاقوں کا سفر کرتے ہیں، اور اس سے پہلے اور بعد میں ان کو اپنی گھریلو ضروریات کی وجہ سے گھروں پر بھی جانا ہوتا ہے، اور بہت سے طلبہ واساتذہ کو رمضان میں قرآن شریف سنانا ہوتا ہے، اس لیے یہ اتنا وقفہ ناگزیر ہے، تو پھر اس کا حل کیا ہے؟ اس کے لیے اکابر علماء کو سوچنے کی ضرورت ہے، یا جو ملت کے دردمند، فکرمند حضرات ہیں، ان کے ذہن میں اس سلسلہ میں جو تجاویز آتی ہیں یا تو وہ اپنی تجاویز اور تدابیر لکھ کر اکابر علماء سے رجوع کر کے اور ان کی خدمت میں پیش کریں، یا جو اس طرح کی فکر رکھنے والے حضرات ہیں، وہ آپس میں ایک جگہ جمع ہو کر یا خط وکتابت اور مراسلت کے ذریعہ سے ایک دوسرے کو آگاہ کر کے صحیح لائحہ عمل پیش کریں، شاید کہ امت کے لیے کوئی اچھا نسخہ ہاتھ آجائے، یہ معاملہ اگرچہ بہت مشکل اور دشوار ہے، مگر انسان کے لئے کوئی مشکل نہیں، حل کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

ایک دوسری بات جس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ طلبہ کی تربیت ہے، تربیت کے سلسلہ میں ہمارے مدارس میں بہت کوتاہی ہو رہی ہے، ماشاءاللہ پڑھائی پر بہت محنت ہو رہی ہے، خاص طور سے نئے مدارس میں تعلیم زیادہ اچھی ہو رہی ہے، مگر تربیت کے سلسلہ میں ہر جگہ کافی کوتاہی ہے، حفظ وقرأت کے مدارس میں مسائل دینیہ کے سلسلہ میں توجہ کم ہے، مثلاً ایک طالب علم حافظ تو بہت اچھا ہو گیا، یاد بھی ماشاءاللہ خوب ہے، تجوید وترتیل اور ادائیگی تلفظ بھی بہترین ہے، مگر اس کو مسائل معلوم نہیں اور سیرت نبوی کا پتہ ہی نہیں، کم سے کم حفاظ کرام اور قراء حضرات کو قرآن شریف کے ساتھ ساتھ مسائل نماز وغیرہ ضرور سکھائیں جائیں، تاکہ وہ جب کہیں

مسجد میں جا کرامامت کرے، تو موٹے موٹے پیش آنے والے مسائل کو وہ بتا سکے، اور خود عمل کر سکے، اوراردو بھی اس کی اچھی ہوجانی چاہئے تاکہ وہ کتاب صحیح پڑھ سکے، کوئی چیز صحیح لکھ سکے، بعض امام یا استاذ حافظ قاری بہترین مگر جب وہ درخواست لکھتا ہے، یا مسجد کی کاپی یا نکاح نامہ کا فارم بھرتا ہے، تو وہ نام تک بھی صحیح نہیں لکھ پاتا، اس وقت بہت کوفت اور تکلیف ہوتی ہے، تربیت میں جہاں لکھنا پڑھنا اور مسائل سے واقف کرانا ہے، وہیں ان کا مزاج بھی دینی بنانا ہوتا ہے، بعض اچھے خاصے حافظ قاری بظاہر امامت بھی کراتے ہیں، مگر مزاج دینی نہیں، دینی ذہن نہیں، اس میں ہمارے اساتذہ مدارس کی غفلت ہے، جو تھوڑی سی توجہ سے دور کی جاسکتی ہے۔

رہا مدارس سے فارغ ہونیوالے فضلا و علماء کا مسئلہ تو ان کی بھی دینی تربیت کی ضرورت ہے، شاید بعض اس پر اعتراض بھی کرے کہ صاحب! یہ آٹھ سال مدرسے میں رہے، کیا ان کی تربیت نہیں ہوئی، پھر ان کی تربیت کہاں ہوگی؟ بات صحیح ہے، جب یہ آٹھ سال مدرسے میں رہے، تو ان کی تربیت ہونی چاہئے، اور مدارس ہی تو اصل تربیت گاہ ہیں، مگر جب ہم فارغ ہونیوالے علماء وطلبہ کا مزاج اور ان کی صلاحیت دیکھتے ہیں تو اکثر مرتبہ افسوس ہوتا ہے، اس پر بعض حضرات یہ کہہ کر سکون حاصل کر لیتے ہیں کہ اب تو دیوبند اور ندوہ سے بھی شیخ الہند، حضرت تھانوی، سید سلیمان ندوی اور علی میاں ندوی نہیں پیدا ہورہے ہیں، ہر جگہ انحطاط ہے، صلاحیت کا فقدان ہے، ایسا نہیں ہے، ہم مانتے ہیں کہ ماحول کا اثر ضرور ہوتا ہے، مگر ماحول کے بھی تو کوئی ذمہ دار ہوں گے، ہمیں تجربہ ہوا ہے کہ ہمارے یہاں فضلائے مدارس کے لیے دو سالہ ''ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لٹریچر'' کا شعبہ گذشتہ سال سے قائم ہے، جب ان علماء کا اس شعبہ میں داخلے کے لیے ٹیسٹ لیا گیا تو زیادہ تر کوئی جواب نہیں دے پائے، بعض نے کم صحیح جواب دئے، یہ تو تعلیم کا حال ہے، جس پر ہم خوش ہورہے ہیں کہ ہمارے یہاں اتنے طلبہ ہیں، اتنے دورۂ حدیث میں ہیں، آج کل بہت سی جگہوں پر ان نو فارغین علماء کے لیے مختلف قسم کے تخصصات کھولے جارہے ہیں، کہیں عربی ادب کے لیے، کہیں تخصص فقہ وافتاء کے لئے، کہیں انگریزی کے لیے، کہیں دعوتی مزاج بنانے کے لیے، اور ان کو ہر طرح کی سہولت بہم پہچانے کی سعی کی جارہی ہے، جس پر کثیر صرفہ ہورہا ہے، اور ابھی آٹھ سال تک اہل مدارس نے ان پر صرفہ کیا ہی تھا، اب یہ تخصصات کھولنے والے مزید ان پر یہ نوازش کررہے ہیں کہ پورا خرچ کھانے پینے کا، رہنے سہنے کا اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان کو وظائف بھی دے رہے ہیں، وہ وظائف بھی امت کے متمول مخیّرین اصحاب خیر کے دئے ہوئے ہوتے ہیں، پھر یہ سند یافتہ علماء بشکل طلبہ جتنی بے اصولیاں، بدعنوانیاں کرتے ہیں، اس کا تجربہ ان سب کو ہے، جنہوں نے ان کے لیے یہ مراعاتی کورس شروع کئے ہوئے ہیں۔

اور جب یہ فضلا کرام اپنا کورس پورا کر لیتے ہیں، پھر کسی مدرسہ میں ان کو مدرس یا استاد رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اکثر تو جو عربی کی کچھ شدبد حاصل کر لیتے ہیں، یا انگریزی کا کورس کر لیتے ہیں تو یا تو وہ کسی کمپنی کی جوب تلاش کرتے ہیں یا کسی غیر ملکی فرم میں سیٹ ہونے کی کوشش کرتے ہیں، اگر مدرسہ میں رکھنے کی بات کی جاتی ہے تو ان کا مطالبہ بڑی کتابوں اور بڑے درجوں کا ہوتا ہے یا اگر اہل مدارس ان کو بڑی کتاب یا بڑا درجہ دیتے ہیں، تو وہ سبحان اللہ، الحمدللہ کہتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور جب تنخواہ کی

بات ہوتی ہے تو زیادہ سے زیادہ مطالبہ کرتے ہیں، عام طور سے اکثر مدارس میں ۲/ہزار سے ۵/یا ۶/ہزار تک تنخواہ دی جاتی ہے، اس لیے وہ اس کو حقیر اور معمولی سمجھ کر یا تو دوسری طرف نگاہ رکھتا ہے یا پھر صحیح نیت سے اخلاص کے ساتھ کام نہیں کرتا، اگر چہ مدارس میں لوگ معمولی تنخواہوں پر ہی کام کررہے ہیں، مگر اہل مدارس کے لیے یہ پہلو بھی غور کرنے کے لائق اور اہم ہے- اگر چہ آج کل مشہور ہے کہ مدارس کی کثرت ہے، مگر ضرورت اب بھی پوری نہیں ہورہی ہے- وسائل بھی خوب ہیں اور مدارس کے سالانہ اخراجات بھی ماشاء اللہ کافی ہیں، تو اگر چہ اکابر کے طرز پر تھوڑے پر قناعت کرنے کی تربیت کرنی چاہئے؛ لیکن پھر بھی اساتذہ کرام وعلماء کرام کے اس مسئلہ کو سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ تنخواہ دی جائے، تا کہ وہ یکسو ہو کر اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح پورا کرسکیں، مگر آج کل یہ ہورہا ہے کہ تعمیرات میں خوب خرچ ہے، مدرسے کی ترقی پر بھی خوب خرچ ہے، طلبہ کو زیادہ سے زیادہ سہولت پہنچانے پر بھی خرچ ہے، مگر اساتذہ کی تنخواہوں پر کم خرچ ہے، اس لیے ارباب مدارس اساتذہ کی تنخواہ بھی معقول رکھیں۔

اور جب ان نو فارغ علماء کرام کو مدرسے میں رکھتے وقت سب باتیں ہوتی ہیں، تو وہ سب کو دلچسپی سے سنتے ہیں، مگر جب ذمہ دار کسی مولانا سے یہ کہتا ہے کہ رمضان میں یا فصل پہ چندہ بھی کرنا ہوگا، تو یہ برجستگی سے کہتا ہے کہ حضرت یہ کام تو میں نے کبھی کیا ہی نہیں، حالانکہ مدرسی بھی پہلی مرتبہ کررہا ہے، پہلی مرتبہ عملی زندگی میں قدم رکھ رہا ہے، بڑی کتاب ملی، سبحان اللہ، اچھی رہائشگاہ ملی الحمدللہ، معقول تنخواہ ملی ماشاء اللہ، اور جب چندے کی بات آئی تو کہتا ہے کہ حضرت یہ کام تو میں نے کبھی کیا نہیں، بھلا اس اللہ کے بندے سے کوئی پوچھے کہ تو ابھی تک جو مدارس میں پڑھ کر آیا ہے، تو چندہ کے پیسے ہی سے تو پڑھ کر آیا ہے، اور اگر کوئی ایسا بھی ہو کہ اس نے مدرسے میں کھانے کی فیس جمع کی ہو، تو مدرسے کی درس گاہ، درسگاہ کا سامان، مدرسہ کی لائٹ، مدرسے کے اساتذہ کی تنخواہ وہ سب عوام کے چندے ہی سے تو ہے، اگر کوئی چندہ نہیں کرے گا تو مدرسہ کا نظام کیسے چلے گا، جب اس لائن میں لگنا ہے، تو اس لائن کے جو کام ہیں، وہ بھی دین ہی تو ہے، بعض قابل اساتذہ اپنے تعلقات یا بڑوں کی سرپرستی اور سفارش پر یہ طے کر کے مدرس ہوجاتے ہیں کہ میں چندہ نہیں کروں گا، ذمہ دار بعض مصالح کی بنا پر ایسے استاد کو برداشت کرتا ہے اور وہ استاد اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہے، حالانکہ وہ چندہ ہی کے پیسے سے پڑھ کر اس عہدہ کے قابل ہوسکا ہے، تو کیا دوسرے جو چندہ کرتے ہیں وہ سب بدقسمت، بددین یا مردود ہیں، العیاذ باللہ، چندہ کرنا دین کے لیے مسنون ہے، اور بعض مرتبہ تو ضروری بلکہ بعض حالات میں اگر کہوں تو فرض ہوجاتا ہے۔

اس سلسلہ میں اہل مدارس اور اساتذہ کرام کو توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ طلبہ کی تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے، ان کا دینی ذہن، دینی مزاج اور دین پسند بنانا ضروری ہے، ان کے اندر دینی حمیت کا پیدا کرنا ضروری ہے، اپنے پیٹ کے لیے اپنے بال بچوں کے لیے تو ساری دنیا کما ہی رہی ہے، اگر چہ یہ بھی مذموم نہیں، مگر قوم کے لیے، ملت کے لیے، ملک کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ پیدا کرنا ضروری ہے، اگر ہمارے ان طلبہ کی، ان فارغ ہونے والے علماء کی تربیت نہیں کی گئی اور یہ غول کے غول یونہی فارغ ہوتے رہے، تو ان کا نرا فارغ ہونا، فکری انارکی کا باعث ہی ہوگا، اللہ مجھے معاف کرے، بات سچی ہے، اس لیے کہ ایسا علم جس کے ساتھ نافعیت نہ ہو، نرا گمراہ کن ہوسکتا ہے، جو باتیں قلم سے نکلیں ہیں، ایسا نہیں کہ راقم سطور ان سے بری ہے، بلکہ وہ بھی اسی طبقہ کا ایک آدمی ہے، وہ سب سے پہلے ان باتوں کو اپنے نفس سے ہی مخاطب کرتا ہے، یہ باتیں بعض احباب کے کہنے سے دل میں آ گئی ہیں، اس لیے لکھ دی ہیں، شاید ہماری جماعت میں سے کوئی کھڑا ہو، اور ان باتوں پر غور وفکر کر کے امت کے لیے کوئی صحیح لائحہ عمل پیش کردے، اور امت اس کو قبول کر کے صحیح راہ اختیار کرلے، جس کا فیض متعدی ہو، اللہ تعالی ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، بس اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لیے کوئی مشکل نہیں "لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا"۔

ارشادات

ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

ترتیب: مولانا محمد حسین للہی خلیفہ حضرت رائے پوریؒ

حافظ قرآن کا قبر میں تلاوت کرنا:

حضرت والا نے فرمایا کہ مولوی غلام رسول صاحب جالندھریؒ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ میرے استاذ کی کسی نے دعوت کی، میں بھی ساتھ تھا، کھانا کھانے کے بعد جب واپس ہونے لگے تو صاحب دعوت نے استاذ صاحب کی بھینس کے لیے چارہ بھی دیا، وہ میں اپنے سر پر اٹھالیا، رات کا وقت تھا، استاذ صاحب آگے آگے چل رہے تھے اور میں پیچھے پیچھے چل رہا تھا، اثنائے راہ میں قضاء حاجت کی ضرورت مجھے پڑی تو میں ایک طرف کو چلا گیا، جب واپس آیا تو دیکھا کہ استاذ صاحب قبرستان میں ایک قبر کی چہار دیواری کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہیں، کوئی آدمی جو دیکھائی نہیں دیتا قرآن مجید پڑھ رہا ہے اور آپ سن رہے ہیں، میں نے بھی آواز سنی، میں کود کر دیوار کے اوپر چڑ گیا، دیکھا تو کچھ نہ تھا، معلوم ہوا کہ وہ قبر کسی حافظ قرآن کی ہے اور وہ قبر میں سے قرآن مجید پڑھ رہا ہے، جب کافی دیر ہوگئی تو میں نے استاذ صاحب سے کہا کہ دیر ہوگئی اب چلیں، بس اس پر آواز بند ہوگئی۔

قرآن کی تلاوت سے مردہ سے بات چیت:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم اور ان کے ایک بھائی ایک دفعہ کسی آدمی کی تلاش میں نکلے اور ایک جنگل میں پہنچے، دوپہر کو تھک کر ایک درخت کے نیچے آ بیٹھے، اس درخت کے پاس چند قبریں تھیں، شاہ صاحب کے بھائی تو سوگئے، انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی، جو بزرگ سوگئے تھے ان کو خواب میں ایک صاحبِ قبر آئے اور کہنے لگے مدت ہوئی ہم نے قرآن مجید نہیں سنا تھا، آج آپ کے بھائی سے سنا ہے، آپ اپنے بھائی سے کہیں کہ وہ پڑھنا بند نہ کریں اور پڑھیں، وہ اٹھے تو اپنے بھائی شاہ عبدالرحیم صاحب سے خواب بیان کیا اور کہا کہ اس جگہ چند قبریں ہیں اور ایک مردے نے مجھے یوں کہا ہے...... چنانچہ انہوں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، پھر وہ مردہ ان سے مخاطب ہوا، شاہ صاحب نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اور اردگرد کے مردوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے دوسروں کا تو حال معلوم نہیں، میرا اپنا حال یہ ہے کہ میں دنیا کی زندگی میں ہمیشہ یہ خیال کرتا تھا کہ فلاں دھندے سے فارغ ہوجاؤں گا تو اللہ اللہ کیا کروں گا، پھر اس سے فارغ ہونے سے پہلے دوسرا دھندا شروع ہوجاتا، اسی طرح ساری عمر گزر گئی اور ذکر کرنے کے لیے فرصت نہیں ملی، جب میں مرا اور منکر نکیر آئے اور انہوں نے عمل پوچھا تو اللہ تبارک وتعالی کا حکم آیا کہ اس بیچارے کو چھوڑ دو، یہ تو ہمیشہ ارادہ کرتا تھا کہ فارغ ہوجاؤں تو اللہ اللہ کیا کروں گا؛ لیکن اس کو فرصت ہی نہیں ملی، چنانچہ مجھے چھوڑ دیا گیا، پھر کہنے لگے نجات تو ہوگئی؛ لیکن خوشی نہیں ہوئی کیونکہ جب میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالی کا ذکر کرنے والوں کو انعامات دیئے جارہے ہیں، تو مجھے بڑی حسرت ہوتی ہے، فرمایا کہ ذکر چھوڑنے کی یہ حسرت ہوگی۔

وزیر کے بیٹے کو مارنے کی وجہ سے ایک جاگیر انعام:

حضرت نے فرمایا کہ مولانا روشن الدین صاحب بہاؤلنگری مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں تعلیم حاصل کرتے تھے، وہ بیان کرتے تھے کہ وہاں ایک تحصیلدار تھے، ان کے خاندان میں کئی پست اوپر ایک

عالم تھے، جو شاہجہاں بادشاہ کے کسی لڑکے کے استاذ تھے، بادشاہ نے اپنے وزیراعظم سعداللہ خان سے کہا تھا کہ شہزادہ کے لیے کوئی لائق اتالیق تجویز کیا جائے، نواب سعداللہ خان نے عرض کیا، لائق اتالیق ہے تو سہی، مگر وہ یہاں آئے گا نہیں، چونکہ حدود سلطنت میں رہتے ہیں، تو وہ بھی حضور ہی کی جگہ ہے، شہزادہ وہیں بھیج دیا جایا کرے، جب مولانا سے کہا گیا تو انہوں نے بھی وہاں شاہی دربار میں جانے سے انکار کر دیا آخر کار شہزادہ انہی کے پاس آیا کرتا، اور روزانہ بادشاہ کی خدمت میں شہزادے کے حالات بھی روزنامچے کی شکل میں پہنچائے جاتے، ایک روز مولانا صاحب نے شہزادہ کو سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے منہ پر تھپڑ مارا، شاہجہاں بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اتنے خوش ہوئے کہ ان عالم صاحب کو ایک جاگیر انعام میں دیدی۔

تمھارا شیخ مشرک ھے:

حضرت نے فرمایا کہ شقیق بلخیؒ کے ایک مرید حج کو روانہ ہوئے، راستہ میں بسطام پڑتا تھا، حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کی غرض سے بسطام حاضر ہوئے، حضرت بایزید نے حضرت بلخی کے حالات پوچھے، انہوں نے بیان کئے اور یہ ذکر بھی آیا کہ ہمارے حضرت شیخ بلخی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ساری زمین تانبے کی ہوجائے اور آسمان لوہے کا اور ساری مخلوقات میری عیال ہو تو مجھے ان کے رزق کا ذرہ بھر بھی فکر نہ ہوگا، حضرت بایزید نے فرمایا کہ تمہارا شیخ مشرک ہے (کیونکہ اس بات میں دعوی پایا جاتا ہے اور دعوی تکبر سے ہوتا ہے) مرید وہیں سے بلخ واپس ہوئے اور شیخ کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا، ان کا نزع کا وقت تھا، جب مرید نے حضرت بایزید بسطامی کا قول نقل کیا، آپ نے پڑھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور فرمایا کہ میں تجدید اسلام کرتا ہوں، اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو کافر مرتا۔

آپ کی قسمت گنگوہ میں ھے:

حضرت نے فرمایا کہ ہمارے شیخ ایک بار کلیر شریف تشریف لے گئے تھے، فرماتے تھے کہ موسم گلابی سا تھا، سردی کا موسم نکل چکا تھا، گرمی نے ہر ایک کو اپنی آمد کا اعلان کر دیا تھا، اب اگر اندر سوئیں تو مچھر کاٹتا، باہر سوئیں تو سردی لگتی تھی، میں نے باہر صحن ہی میں فرش پر بستر لگایا، رات خوب بارش ہوتی ہوئی معلوم ہوئی، مگر میں نے کہا کون اٹھے، لحاف صبح کو خشک کرلیں گے، جب نوافل کے لیے اٹھا تو فرش مسجد بالکل خشک تھا اور لحاف بھی خشک، یہ انوارات کی بارش تھی۔

اچانک آواز آئی عبدالرحیم! میں نے جواب دیا، جی ہاں، پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی عبدالرحیم! میں نے جواب دیا، جی حاضر ہوں، پھر تیسری بار آواز آئی عبدالرحیم! تو عرض کیا، حضرت آپ مجھے نظر تو آتے نہیں، آپ کون بزرگ ہیں، فرمایا میں علی احمد ہوں، آپ کی قسمت گنگوہ میں ہے، بہرحال میں صبح کو رائے پور چلا آیا، پھر حج کے لیے حاضری ہوئی تو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہ زندہ تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا جب جاؤ گے تو ہمیں مل کر جانا، میں حاضر ہوا کہ آج جانے کا خیال ہے ایک خط دیا کہ گنگوہ جاؤ گے تو دے دینا، مگر ہم نے گنگوہ جانے کا خیال نہ کیا، پھر ایک دن خیال آیا کہ چلو گنگوہ ہو آئیں، جب گنگوہ پہنچا تو حضرت گنگوہی ظہر کی نماز کا وضو فرما رہے تھے، فرمایا آ گئے، میں نے عرض کیا کہ حاضر ہو گیا ہوں، فرمایا کہ حاجی صاحب نے کوئی رقعہ بھی ہمارے نام دیا تھا، بہت شرمندہ ہوا، جواب دیا، حضرت دیا تو تھا، فرمایا کتنا قیام ہوگا، عرض کیا، تین شب، پھر حضرت نے بیعت فرمالیا۔

بقائے شریعت کا راز

شیطان سے یہ باور کرایا کہ شریعت کا مقصود صرف اتنا ہے کہ حضوری حاصل ہو جائے؛ لیکن یہ غلط ہے، شریعت کا اس کے علاوہ بھی مقصود ہے، مثلاً پانچ وقت کی نمازیں ایسی ہیں جیسے دریچۂ کمال میں پانچ کیلیں لگی ہوں، اگر کیلیں الگ ہوجائیں تو وہ دریچہ کمال سے جدا ہوکر گر جائے، جیسے خود ابلیس گر گیا تھا، اگر کوئی کہے کہ یہ پانچ نمازیں کس طرح پانچ کیلوں کی طرح ہیں جن سے کمال کا یہ دریچہ تھما ہوا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا پہچاننا انسان کی طاقت میں نہیں، یہ حقیقت ایسا ہی ہے جیسے اشیاء اور ادویہ کے خواص، عقل اس کی وجہ دریافت نہیں کرسکتی، جیسے سنگ مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا سبب کیا ہے؟۔

(حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ)

دوائے دل

''عظمت القرآن'' ایک یادگار وعظ

یہ تقریر قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ نے بمقام رائے پور ۱۰/محرم الحرام ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹/نومبر ۱۹۱۵ء بروز جمعہ مدرسین مدارس قرآنیہ متعلقہ مدرسہ رائے پور و دیگر حضرات کے مجمع میں فرمائی تھی، افادۂ عام کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

بعدۂ دعا و درود شریف کے فرمایا کہ مولوی نور محمد صاحب و مولوی عبداللہ صاحب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں کچھ ضروری باتیں عرض کروں، اگر چہ بولنا دشوار ہے، اور دماغ کمزور ہے، مگر ان کے فرمانے سے عرض کرتا ہوں، خیال سے سن لیں اور اس کے بعد مطلع فرمادیں، کہ آپ کی طبیعتوں نے اسے قبول کیا یا نہیں؟ آپ صاحبان کو جو اتنی دور آنے کی تکلیف دی گئی ہے، اور دو دو تین تین منزلیں طے کر کے یہاں آئے ہیں، سوا سی غرض سے کہ آپ صاحبان مناسب مشورہ فرمادیں یہ مشورہ لینا ہے، امر نہیں ہے کہ کوئی اس قسم کا معاملہ سمجھیں کہ کوئی ملازم سمجھا جاتا ہو، یا کسی قسم کی حکومت سمجھی جاتی ہو، بلکہ مشورہ لینا ہے، آپ صاحبان کی جو رائے ہے وہ دینی چاہئے، اگر آپ کے نزدیک غلطی ہے، بیان کر دینا چاہئے کہ اس میں یہ غلطی ہے لیکن اس کے عرض کرنے سے پیشتر اول یہ بات عرض کرنی ہے کہ حق تعالی نے قرآن پاک میں اپنا احسان جتلایا ہے مومنین پر کہ ہم نے تم پر احسان کیا ہے، تم میں سے ہم نے رسول بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے کو مومنوں پر احسان فرمار ہے ہیں، اور یہ سب جانتے ہیں کہ احسان کسی بڑی ہی شئے کا جتلایا جاتا ہے اور احسان بھی جو بڑا ہو، حالانکہ ہم اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اسی نے ہاتھ پیر، ناک منھ دیا ہے اور اسی کا عطیہ ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی بڑا احسان ہے، وہ احسان حق تعالی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا لے کر آئے ہیں؟ وہ قرآن پاک ہے، اسی کے آگے فرماتے ہیں: ''یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة'' اللہ کی آیتیں تم کو سناتے ہیں، اور کتاب کی تعلیم دیتے ہیں، گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کی تعلیم دینے کو ہی مبعوث فرمایا ہے۔

تو وہ نعمت ہے جس کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اور جس کا احسان حق تعالی جتلاتے ہیں، وہ قرآن پاک ہے، اور یہ وہ قرآن پاک ہے، جس کی نسبت حق تعالی فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس کو پہاڑوں پر نازل فرماتے ہیں، تو وہ دب جاتے اور پھٹ جاتے اور یہ اثر اس کا ہے، اگر قرآن پاک کو آنکھوں پر رکھو تو آنکھوں کو ٹھنڈک ہو، سر پر رکھو تو راحت ہو، سینہ پر رکھو تو سرور ہو، جب اس میں یہ اثر ہے تو جن سینوں میں حق تعالی نے اس قرآن کو رکھ دیا ہے ان میں کیا برکت ہوگی؟۔

اور حدیث میں یہ مضمون آتا ہے کہ حافظ کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جاوے گا، کہ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی تو جب کہ والدین کو جو کہ وسیلہ بنے ہیں تعلیم قرآن کے، یہ انعام ملے گا، تو حافظ صاحب کو کیا اجر ملے گا؟ اسی پر قیاس کرلیا جائے، فکر کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے، کہ دنیا کے اندر بلکہ آخرت کے اندر قرآن پاک سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے، جس کو اللہ تعالی بصیرت دیں وہ خوب سمجھ سکتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر آیت پر حافظ کا ایک ایک درجہ بڑھایا جاتا ہے، اور حدیث میں ہے کہ اگر چہ

دنیا میں وزیر امیر بادشاہ بھی ہیں، لیکن جس کو اللہ تعالی نے قرآن کی نعمت دی ہو، اور وہ یوں سمجھے کہ مجھ سے زیادہ دنیا میں اور کسی کو نعمت ملی ہے، تو گویا اس نے قرآن پاک کی قدر نہیں کی ہے، اور جو کوئی کسی نعمت کی قدر کرتا ہے، اور شکر یہ ادا نہیں کرتا وہ رحمت نہیں رہتی ہے، بلکہ زحمت ہو جاتی ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں" لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید" اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ کروں گا، اگر تم ناشکری کروں گے، تو میرا عذاب سخت ہے۔

حق تعالی کی اتنی بڑی نعمت کی قدر نہ کرنا بڑا کفران نعمت ہے، اسی واسطے ناقدر کی نسبت حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ نااہل کو علم سکھلانا ایسا ہے کہ جیسے خنزیر کو موتیوں کا ہار پہنانا، بھلا خنزیر کی صورت پر موتیوں کا ہار کیسے بجے گا؟ اپنے خیال میں یوں آرہا ہے کہ نااہل سے وہ لوگ مراد ہے کہ علم قرآن کی نعمت عطا فرمائی جائے اور وہ قدر نہ سمجھیں، جس کسی کو اللہ تعالی نے قرآن پاک عطا فرمایا اور وہ قدر نہ کرے تو بس ایسی مثال ہے، جیسا کہ خنزیر کی ہے، حقیقت میں سوچ کے دیکھ لیجئے کہ یہ قرآن پاک کیا شئے ہے؟

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کے لانے والے ہیں، اور حق تعالی کا کلام ہے، اس نعمت کا کوئی مول نہیں ہے، اتنی بڑی نعمت پر قدر دانی نہ کرنا، بڑا کفران نعمت ہے، کسی بزرگ کا شعر ہے:

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

حقیقت میں یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دونوں جہان دیکر بھی سستا ہے، سمجھتے بھی ہو کہ جس سینہ میں قرآن شریف بھرا ہو وہ کس سینہ کے مشابہ ہے، وہ حضورؐ کے سینہ کے مشابہ ہے، جس کو حق تعالی نے یہ نعمت عطا فرمائی ہو، اسے چاہئے کہ تمام دنیا سے مستغنی ہو جائے، اگر وہ پانچ دس روپئے کی آمدنی والوں کا محتاج بنا رہے تو یہ ناقدردانی ہے، جو کوئی اس نعمت کو لے اس کو فقر و فاقہ پر قناعت کرنا چاہئے، اس کو طالب دنیا نہ بننا چاہئے، اس کی یہ شان ہو کہ اس کو نعمت لے کر دنیا و مافیہا سے مستغنی ہو جائے، کیا اس کی یہ قیمت ہے، پانچ پانچ دس دس روپئے کی قیمت پر اس نعمت کو بیچتا پھرے، اگر کوئی تمام دنیا کی سلطنت کسی کو قرآن کے بدلہ میں دینا چاہے تو قدر یہ ہے کہ وہ تھوک دے، اس نعمت کی قدر یہ ہے کہ تم کو ٹکڑا نہ ملے، فقر و فاقہ کرو اور اس پر شادر ہو، جتنی نعمت کسی کو دی جاتی ہے، اتنا ہی بوجھ اٹھانا ہوتا ہے، سپاہی پر بار ہوگا، سپاہی کا اور وزیر پر بار ہوگا وزیر کا، تو جب تم کو سینہ مشابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملا ہے، تو خدمت بھی اتنی ہی کرنی ہوگی، اور خدمت یہ ہے کہ جو نعمت تم کو ملی ہے، وہ دوسروں کو پہنچاؤ، اور اس کی اشاعت کرو، دنیا کی نظروں میں شیخ، سید، پٹھان کو شریف سمجھتے ہیں، اور تیلی جولاہے کو ذرا ذلیل، لیکن حق تعالی کے یہاں شرافت شیخ، سید ہونے پر نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے، دنیا کے اندر شریف وہ ہے، جو قرآن سیکھنے والا ہو اور سکھانے والا ہو، یہ قرآن پاک اتنی بڑی نعمت ہے، کہ اس کا سیکھنے اور سکھانے والا اللہ کے نزدیک دنیا میں سب سے بہتر اور شریف ہو جاتا ہے، اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس کو سکھاوے، اور پھیلاوے، سکھانے کی صورت یہ ہے کہ اس قرآن پاک کا بدلہ دس، پانچ یا پچاس تو کیا ہو سکتے ہیں؟ دنیا اور آخرت بھی اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا، اگر کوئی اس بنیاد پر سکھائے کہ یہ دس پانچ روپئے کا عوض ہے، تو اس سے بہتر تو یہ ہے کہ وہ بھنگی کی نوکری کرے اور پاخانہ اٹھاوے، آج کل اکثر طبیعتوں میں یہی ہے کہ ہم کیوں کوشش نہ کریں کہ حق تعالی ہمارے قلوب سے یہ نکال دیں، اب یہ حالت ہے کہ محنت کر کے قرآن حفظ کیا ہے اور دس پانچ کی نوکری تلاش کرتے ہیں۔

بعض مردوں پر پڑھتے ہیں، یا رمضان میں سناتے ہیں، وہاں سے دس پانچ کا منافع ہو جاتا ہے، خیال کر لو کہ کس درجہ کا ذلیل پن ہے، دنیا کی عزت اور آخرت کی عزت اس میں ہے کہ فقر و فاقہ پر قناعت کرو اور اللہ کے واسطے اس کی اشاعت کرو، کہ یہ کسی طرح لوگوں کو پہنچ جاوے، دنیا اور اہل دنیا اس کے مخالف ہیں، یہاں تک کہ اثر ہے مقتداؤں کا یہ خیال ہے کہ کیا قرآن پڑھا کر مسجد کا ملا بنانا ہے؟

مجھے یاد ہے کہ پانی پت میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر کسی نے رائے پور کا ذکر کیا، کہ اس طرح رائے پور میں قرآن پڑھایا جاتا ہے، اس کو سن کر حضرت کو مسرت ہوئی اور حسرت کے ساتھ فرمایا کبھی تو پانی پت میں یہ حالت تھی لیکن جب سے یہ مجھلے (مدرسہ) ہوئے ہیں تب سے قرآنی تعلیم اٹھ گئی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب نے اس سلسلہ کو جاری رکھا ہے، اب ہم اس زمانہ میں ہیں کہ کوئی شخص بڑے لوگوں میں سے اس کا مددگار نہیں، غیر مذہب بھی اور اہل مذہب بھی سب کے سب مخالف نظر آتے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ جو لوگ حدیث وفقہ پڑھ رہے ہیں وہ بڑا کام کر رہے ہیں، سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مکان بنادے، خواہ دومنزلہ، چارمنزلہ، پانچ منزلہ یا سات منزلہ کتنا ہی بلند لیجائے، کیسے ہی زیب وزینت کرے، شیشہ آلات قنادیل لگادے، گو ظاہرین کو یہ مکان اچھا لگے، لیکن سوچنے والا جانتا ہے کہ اگر بنیاد قائم ہے تو سب زینت قائم ہے، اسی طرح جتنے علوم قرآنی ہیں وہ سب قرآن ہی پر قائم ہیں، ان الفاظ قرآن ہی کی بدولت علوم قائم ہیں، اگر یہ الفاظ رہیں گے تو سارے کے سارے دیکھتے رہ جائیں گے، گو ہماری نظروں میں یہ تھوڑا کام ہے، لیکن اگر خدانخواستہ یہ الفاظ نہ رہیں تو تمام علوم منہدم ہوجائیں، یہی وجہ ہے کہ تورات وانجیل کا پتہ نہیں، کیونکہ ترجمہ ہوکر اصل کا خیال نہ رکھا گیا، قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ الفاظ قرآنی نہ رہیں گے، یہ الفاظ قرآن بنیاد ہیں سب علوم کے، اس لیے شکر اس نعمت کا یہ ہے کہ تم فاقہ سے مرو، لیکن اس کو پھیلاؤ، البتہ اگر اس نعمت کو اپنے دل کے اندر لے لے اور قرآن پاک کا قدرداں ہو تو ہرگز کسی کی کوڑی پیسہ کی طرف توجہ نہ کرے، اپنی کسی حاجت کو کسی کے آگے نہیں لیجانا چاہئے، اپنی زینت کو درست کرلو محض اللہ کی رضا، اس کی قیمت ہے، اسی واسطے جب جنت کے اندر جنتیوں کو سب نعمتیں مل جائے گی اور جو جی چاہے گا وہ سب مہیا ہوجائے گا، اس وقت سوال ہوگا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کرو، دنیا کا قاعدہ ہے کہ دس روپیہ کی آمدنی والا بیس روپئے کو اور ہزار والا دو ہزار کو زیادہ سمجھتا ہے، سب کے سب یہ کہیں گے کہ خداوندا ہم سب کو مرحمت فرمایا، اب اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی؟ اس پر حکم ہوگا کہ ہم تم سے راضی ہوگئے، اب کبھی ناراض نہ ہوں گے، اس حکم کو سن کر اہل جنت کی حالت ہی اور ہوجائے گی، اور ان کو ایسی خوشی ہوگی کہ پہلی نعمتوں کو ہیچ سمجھیں گے، سو اس نعمت قرآنی کا بدلہ سو دوسو روپیہ نہیں ہے، اس کا بدلہ اگر ہے تو رضائے حق تعالیٰ ہے، قرآن کا پھیلانا، تعلیم کا پھیلانا اسی امید پر ہو کہ اللہ راضی ہوجائے، تم دیکھ رہے ہو کہ اگر بھوک کی وجہ سے مرنا ہوتا تو بادشاہ نہ مرتے، فقر وفاقہ کی وجہ سے نہ امیر مرتے ہیں، نہ فقیر مرتے ہیں، وقت پر سب کی موت ہوتی ہے، یہاں کی حالت یہ ہے کہ راحت وتکلیف سب فانی ہیں، مرنا اپنے وقت پر ہوتا ہے، نہ بادشاہ کو اس کی سلطنت کارآمد ہوسکتی ہے اور نہ فقیر کو اس کی فاقہ، البتہ ایک فرق ہے جس نے فقر وفاقہ کی تکلیف اٹھایا اور قرآن پاک کی تعلیم کو پھیلایا، اس کے لیے سب نعمتیں موجود ہیں، تکلیف تو سب مٹ جاتی ہے، اور ہمیشہ کے لیے نعمت اور سلطنت مل جاتی ہے، اب یہ حالت ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے پڑھاتے ہیں اور پانچ روپئے میں گزارہ کرسکتے ہیں، جہاں دوسرے نے سات روپئے امید دلوائی فوراً ہی چھوڑ بھاگے اور دو روپیہ کی خاطر اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اتنے دنوں میں یہ کام چلا ہے اب اس کا یہ انجام ہوگا۔

البتہ اگر کوئی اور امر دین حرج ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، کام تو اللہ کے واسطے کریں اور اس کی رضا مندی کیواسطے، اب اللہ تعالیٰ اگر بندوں کے ذریعہ روزی پہنچادے تو یہ اس کا انعام ہے، اس کو تنخواہ نہ سمجھو، جیسے مجاہد اللہ کے واسطے جان دیتا ہے اور شہید ہوتا ہے؛ لیکن اگر شہادت نہ بھی ہو، بلکہ غنیمت مل جائے تو بھی نمازی ہوتا ہے لیکن اگر غنیمت کی ہوس جہاد کرتا ہے، تو شہادت نہیں ہوتی، اس لیے اخلاص کو قلوب میں جمالیں، اور جو بندہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور قلب کو اس کی طرف لگالیتا ہے پھر وہ کیونکر ناامید ہوسکتا ہے، اخلاص ہونا

ضروری ہے، بلا اخلاص کے وہی مثال ہے، جیسا کہ خنزیر اور موتیوں کے ہار کی، ضرور خداوند کریم روزی دیں گے اور قرآن مجید کا معجزہ ہے، جو قرآن مجید کا قدرداں نہیں ہوتا وہ ذلیل ہوتا ہے: "خسر الدنیا والآخرۃ" جس کو دنیا طلبی مقصود نہیں ہوتی وہ خداوند کریم کے نزدیک دنیا میں ممتاز ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی، اور خدا چاہے اس کو فقر وفاقہ آتا ہی نہیں، جنھیں تم محتاج دیکھتے ہو ان کو قدر ہی نہیں، اول یہ بات عرض کرنی تھی، دوسری یہ ہے کہ جب آپ نے سمجھ لیا اور ارادہ کرلیا تو قلب کا اطمینان ہوجائے گا، اور پھر اگر کوئی بات ایسی نصیحت کی ہے جو کام میں مدد دے وہ قبول کرنا آسان ہوگا، اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اچھی بات کو اہل فہم اس طرح تلاش کرلیتا ہے، جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں پریشان ہوتا ہے اور جب مل جاتی ہے تو جھٹ قبول کرلیتا ہے، آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ بحمد اللہ تعالی آپ سب صاحبان کی ذاتی غرض ہے اور نہ کارکنان کسی قسم کی وجاہت اور نفع دنیاوی نہیں ہے، محض یہ ہی غرض ہے کہ قرآن پاک کی حفاظت بہت زور کے ساتھ کی جائے، اس کے الفاظ کی حفاظت میں کوشش درکار ہے جب سب کا یہ ہی مدعا ہے، تو سب کو مل کر سعی کرنا چاہئے کہ کون سے طریقہ ہیں جن سے حفاظت میں سہولت ہو۔

مولوی نور محمد صاحب نے جو یہ ہمت باندھی ہے کہ ان کی تعلیم میں جو نقص ہو ان کی اصلاح کریں، اس کی اصلاح کے قاعدے خود ان کی زبان سے لیں اور عمل کریں، اس میں تین قسم کے لوگ نکلیں گے، اول جو صاحب نصاب پر قادر اور طرز تعلیم سے واقف ہیں، ان کے واسطے کسی قسم کی ہدایت کی ضرورت نہیں، وہ مولوی صاحب سے تبادلہ خیالات کرلیں، دوئم جو صاحب نصاب پر قادر ہیں؛ لیکن طرز تعلیم سے واقف نہیں ہیں، ان کو مہینہ بیس دن قیام کرکے اس کمی کو پورا کرنا چاہئے، تیسرے جو صاحب نہ نصاب پر قادر ہیں اور نہ طرز تعلیم سے واقف ہیں ان کو البتہ ذرا عرصہ تک ٹھہر کر سیکھنے کی ضرورت ہے، اور اس عرصہ کی تعیین بھی نہیں ہوسکتی جتنی دیر میں کوئی صاحب اپنی کمی کو پورا کرسکیں اور یہاں ٹھہرنے میں ان کو انشاء اللہ تعالی کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں ہوگی، اگر کسی قسم کی تکلیف ہو بھی تو اس نعمت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے ؛ کیونکہ حقیقت میں تمام دنیا مفلس ہے اور نعمت سے مالا مال اور بادشاہ بنکر وہ جاتا ہے جو قرآن پاک کی قدر کرتا ہے۔

بس مجھے تو اتنا ہی عرض کرنا تھا، اب اللہ تعالی سے دعا کرو کہ اللہ تعالی ہماری نیتوں میں اخلاص دیں اور اپنے قرآن پاک کی حفاظت کا بہترین طریقہ ہمیں تلقین فرمائیں۔ آمین ثم آمین

دینی، دعوتی، اصلاحی اور فکری خطبات کا مجموعہ

افکار دل

تالیف: مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۴۶۰/ قیمت: ۱۰۰/روپے

اس کتاب کے ذیلی عنوانات یہ ہیں: (۱) انسان کی زندگی میں عقیدہ کی اہمیت (۲) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اللہ کا ذکر اور زندگی کا سکون (۴) زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی (۵) آخرت میں قلب سلیم کام آئے گا (۶) اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجئے! (۷) دعوت الی اللہ ایک اہم فریضہ (۸) اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے (۹) بزرگوں کی صحبت اختیار کرو (۱۰) مومن کی کامیابی کے آٹھ اصول (۱۱) حلال طریقے سے کمانا بھی ایک فریضہ ہے (۱۲) دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارو (۱۳) مال کی کثرت فساد کا سبب بن سکتی ہے (۱۴) اللہ کے محبوب اور مقبول بندے (۱۵) میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ (۱۶) والدین کی اطاعت وفرمانبرداری (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے (۱۸) والدین کے ذمہ اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ (۱۹) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے (۲۰) تکبر ایک مہلک مرض ہے (۲۱) پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہو؟ (۲۲) عفو ودرگزر اللہ کو پسند ہے (۲۳) سچی توبہ سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں (۲۴) قربانی کا پیغام مسلمانوں کے نام (۲۵) زندگی انساں کی ہے مانند مرغ خوش نوا (۲۶) کب تیرے ہمراہ یہ دنیا کا میلہ جائے گا (۲۷) اللہ تعالی کے شکر گزار بندے (۲۸) اسلام کے ارکان (۲۹) امت خواہش نفس اور لمبی آرزوؤں میں مبتلا (۳۰) اسلام میں سو فیصد داخل ہوجاؤ۔

جس میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا مقدمہ اور حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی کی تقریظ بھی شامل ہے جو کتاب کو چار چاند لگا رہی ہے، کتاب بہت عمدہ، طباعت بھی خوبصورت اور مزین ہے۔ (ادارہ)

تاریخ کے دامن سے

شیر خوار بچوں کا کلام کرنا

تخریج وتحقیق: حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ بچہ جب دوڈھائی سال کا ہوجاتا ہے تو اس کی زبان سے کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ نکلنے شروع ہوجاتے ہیں کیونکہ بچہ اس وقت کچھ بولنے کی کوشش کرتا ہے اور آہستہ آہستہ وہ بولنے بھی لگتا ہے، مگر ایسا نہیں ہوتا ہے کہ شیر خوار بچہ مہینہ دومہینہ یا پیدا ہوتے ہی بولنا شروع کردے، عادتاً ایسا نہیں ہوتا، مگر خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے، کیونکہ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کچھ بچوں نے گہوارے میں بھی بات کی ہے، آج تک تاریخ انسانی میں جن بچوں نے گہوارے میں بات کی ہے ان کی تعداد میں کئی قول ہیں، بعض نے کہا ہے کہ اب تک صرف تین بچوں نے بات کی اور بعض نے چار بچوں کے بارے میں بتلایا ہے، لیکن قرآن وحدیث کی صراحت کے مطابق بالکل بچپنے میں پانچ بچوں نے کلام اور باقاعدہ گفتگو کی ہے، ان پانچوں کو مختصراً بیان کیا جارہا ہے۔

(۱) پہلا بچہ جو گہوارے میں گفتگو کی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، قرآن پاک میں ارشاد ہے: "فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ، قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا، قَالَ اِنِّي عَبْدُاللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا"۔ (سورہ مریم آیت ۲۹/۳۰)

پھر ہاتھ سے بتلایا اس لڑکے کو، تو بولے ہم کیونکر بات کریں اس شخص سے کہ وہ ہے گود میں لڑکا، وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا، مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی بنایا۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

(۲) دوسرا بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کے بارے میں گواہی دی تھی، جس کو قرآن نے یوں کہا "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا" جب زولیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا کہ اس نے مجھ سے برائی کا ارادہ کیا، ایسے شخص کی سزا یہ ہونی چاہئے کہ جیل خانہ بھیجا جائے، یا کوئی اور سخت مار پڑے، اب یوسف کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا کہ عورت نے میرے نفس کو بے قابو کرنا چاہا، میں نے بھاگ کر جان بچائی، یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود زلیخا کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دینے لگا، بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا، جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت و وجاہت عنداللہ ظاہر کرنے کو بول پڑا۔

محمد فواد عبدالباقی نے بھی (جنھوں نے "معجم المفهرس لألفاظ القرآن الکریم" لکھی ہے، جس میں قرآن کی آیتوں کو تلاش کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے) یہی کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جس نے براءت کا اظہار کیا تھا، وہ ایک دودھ پیتا بچہ تھا، جو ابھی گہوارے ہی میں تھا۔

(۳) تیسرا بچہ جس نے گہوارے میں بات کی ہے وہ بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۸۹ پر تفصیل سے مذکور ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جریج بنی اسرائیل میں ایک عابد وزاہد اور شب زندہ دار بزرگ تھا، انہوں نے اپنی عبادت کے لیے آبادی سے باہر ایک صومعہ (عبادت خانہ) بنالیا تھا، ایک دن وہ عبادت میں مشغول تھا، ان کی ماں آئی اور آواز دی "یا جُریج انا امك فكلمني" اے جریج میں تیری ماں ہوں، میری بات سن، تو جریج نے اپنے دل میں کہا اے اللہ! میری ماں مجھے پکار رہی ہے اور میں اس وقت نماز میں مصروف ہوں، ماں کو جواب دوں یا نماز میں مشغول رہوں؟ بہر حال وہ اپنی صوابدید کے مطابق نماز میں مشغول رہا اور ماں کی پکار کا جواب نہیں دیا، ماں واپس چلی گئی، ایسے ہی اس کی

ماں نے تین دن تک جا کر پکارا لیکن جریج نے ماں کی نہ سنی، اور چپ چاپ حسب معمول نماز پڑھتا رہا، ماں کی صدا کا جواب نہیں دیا، تو ماں کے منہ سے بددعا نکل گئی: "اللّٰھم لاتمتہ حتی ینظر إلی وجوہ المومسات" اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔

جریج کی ماں بددعا کر کے واپس چلی گئی، چنانچہ ماں کی بددعا کے بعد بنی اسرائیل جریج کی پاکیزہ زندگی کو داغدار کرنے کی منصوبہ سازی کرنے لگے، ان لوگوں کی بستی میں ایک بدکار عورت رہتی تھی، وہ نہایت خوبصورت تھی، لوگ خوبصورتی میں اس کی مثال دیا کرتے تھے، اس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں جریج کو اپنے دام فریب میں پھانس سکتی ہوں، انہوں نے کہا ٹھیک ہے یہ بڑی اچھی ترکیب ہے۔

چنانچہ اس فاحشہ نے خوب بناؤ سنگار کیا، جریج کی خدمت میں پہنچی اور ان پر اپنے حسن کا جلوہ دکھانا چاہتی تھی مگر جریج نے ذرا بھی التفات نہیں کیا، اب فاحشہ نے ایک چال چلی، وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو جریج کے عبادت خانہ کے پاس رہتا تھا، اس چرواہے نے اس فاحشہ کے ساتھ بدکاری کی تو وہ حاملہ ہوگئی، جب بچہ پیدا ہوا تو اس فاحشہ نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ بچہ تو جریج کا ہے، بنی اسرائیل جریج کو رسوا کرنے کی تاک میں لگے ہی تھے، وہ لوگ ان کے پاس آئے، اس کو عبادت خانہ سے باہر گھسیٹا اور مارتے مارتے نیچے اتار لائے، تو جریج نے کہا کہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تم نے اس عورت سے بدکاری کی ہے اور تمہارے نطفہ سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے، تو جریج نے کہا مجھ کو نماز پڑھ لینے دو، نماز پڑھنے کے بعد جریج نے بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیٹ پر انگلی سے اشارہ کر کے چرکا لگا کر پوچھا کہ اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ تو بچہ نے کہا فلاں چرواہا ہے، بچہ کی گفتگو سنتے ہی لوگ جریج کو بوسہ دینے اور بطور تبرک چومنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنوا دیں گے۔

(۴) چوتھا بچہ جس نے گہوارے میں گفتگو کی ہے اس کی تفصیل صحیح مسلم جلد۲/صفحہ۳۱۴/ پر موجود ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اتنے میں وہاں ایک آدمی کا گزر ہوا، وہ بہت خوبرو اور خوش پوشاک تھا اور ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھا، عورت نے اس کی شان وشوکت دیکھ کر کہا "اللّٰھم اجعل ابنی مثل ھذا" اے اللہ! میرے بچے کو بھی اس جیسا بنا دے، بچہ فوراً ماں کی چھاتی چھوڑ کر اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا، پھر بولا اے اللہ! مجھے اس آدمی کی طرح ہرگز نہ بنانا، یہ کہہ کر بچہ پھر دودھ پینے لگا، اسی اثنا میں وہاں ایک نوعمر عورت کو لوگ مارتے ہوئے اس کے پاس سے گزرے اور اس پر الزام لگاتے تھے کہ تم نے چوری کی، تم نے بدکاری کی اور وہ عورت کہتی جا رہی تھی "حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل" اللہ ہی میرے لئے کافی ہے، اور وہی بہترین کارساز ہے، اس عورت کی حالت دیکھ کر بچے کی ماں نے دعا کی "اللّٰھم لاتجعل ابنی مثلھا" اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا مت بنانا، بچہ نے پھر چھاتی چھوڑی اور عورت کو دیکھنے لگا، دیکھ کر کہا یا اللہ مجھ کو بھی ایسا بنا دینا، اب اس کی ماں سے نہ رہا گیا اور بچہ سے مخاطب ہو کر کہی، اے میرے بچے! ایک شخص نہایت عمدہ حالت میں گزرا، تو میں نے اس جیسا تم کو بننے کی دعا دی اور تم نے تردید کی کہ یا اللہ! مجھے ایسا نہ بنا، اور ایک عورت کو لوگ مارتے ہوئے لے جا رہے تھے، تو میں نے تم کو یہ دعا دی کہ یا اللہ! میرے بچے کو ایسا نہ بنانا، تم نے اس کی بھی تردید کر دی اور یہ کہا کہ مجھ کو اس جیسا بنا دینا، آخر اس کا سبب کیا ہے؟۔

بچہ کہنے لگا وہ آدمی جو شان وشوکت کے ساتھ سواری پر جا رہا تھا، ظالم وجابر تھا، اس لیے میں نے کہا کہ اے اللہ مجھے اس طرح مت بنانا، اور یہ عورت جس کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کی ہے تو نے چوری کی ہے، جو ایک غلط اور بے اصل بات ہے، وہ ایک شریف اور پاکدامن عورت ہے، لوگ صرف الزام لگاتے ہیں، نہ تو اس نے چوری کی ہے، نہ اس نے زنا کیا ہے، اس لیے میں نے کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی طرح بنا دینا۔

(۵) اور پانچواں بچہ جس نے گہوارہ میں بات چیت کی ہے، اصحاب

اخدود کی حدیث میں ہے جو صحیح مسلم جلد ۲ ر صفحہ ۴۱۵/ میں مذکور ہے، یہ ایک بہت لمبی حدیث ہے جو حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،اس حدیث کے آخر میں چھوٹے بچے کے کلام کا ذکر ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پرانے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا،اس کے پاس ایک جادوگر رہا کرتا تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اب مجھ کو ایک ہوشیار، سمجھ دار لڑکا دے دیجئے، جس کو میں یہ علم سکھا دوں، تا کہ یہ علم ختم نہ ہوجائے، رعایا میں سے ایک سمجھ دار لڑکے کو منتخب کر کے جادوگر کو دیدیا گیا، جب لڑکا جادوگر کے گھر جاتا تو راستہ میں ایک راہب ملتا ہے، یہ لڑکا اس کے پاس بیٹھ کر اس راہب کا وعظ سننے لگتا ہے اور جادوگر کے پاس جانے میں دیر ہوجاتی ہے، تو جادوگر اس کو مارتا، اسی طرح واپسی میں گھر جاتے وقت جب جادوگر کے پاس سے روانہ ہوتا تو راہب کے پاس بیٹھ جاتا، گھر پہنچنے میں دیر ہوجاتی، تو گھر والے اس کو مارتے، اسی طرح لڑکا آتا جاتا رہا، جادو تو اس نے نہیں سیکھا مگر راہب کا مذہب اور اللہ تعالی کی عبادت سیکھ لی، اور پوشیدہ طور پر مسلمان ہوگیا، ایک دن راستہ چلتے ہوئے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ راستہ میں رکے ہوئے ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کوئی جانور (شیر وغیرہ) راستہ روکے ہوئے ہے، اس لیے لوگ آ جا نہیں سکتے، لڑکے نے دل میں سوچا کہ آج تجربہ ہوجائے گا کہ راہب کا دین اللہ کو زیادہ پسند ہے یا جادوگر کا، یہ سوچ کر ایک بھاری پتھر اٹھایا اور یہ دعا کی یا اللہ! اگر راہب کا دین جادوگر کے دین سے زیادہ پسندیدہ ہے تو اس پتھر سے جانور کو موت دیدے، اور اگر جادوگر کا دین بہتر ہے تو جانور نہ مرے، یہ دعا کر کے جو پتھر پھینکا تو شیر کو پتھر لگا اور وہ مرگیا، اب راستہ کھل گیا، لوگ آنے جانے لگے، مگر لوگوں میں زور شور سے یہ چرچا ہونے لگا کہ اس لڑکے کو بہت زیادہ علم حاصل ہوگیا ہے اور شیر کو بھی اس نے مار ڈالا، اس کے بعد لڑکا راہب کے پاس پہنچا اور یہ واقعہ بیان کیا تو راہب نے کہا کہ بیٹا اب تم مجھ سے بڑھ کر صاحب کرامت ہوگئے ہو؛ لیکن اب تمہاری آزمائش ہوگی تو تم میرا نام نہ بتانا، ورنہ ہم دونوں مصیبت میں پڑ جائیں گے، اب لڑکے کے ہاتھ کرامات ظاہر ہونے لگیں، کسی کوڑھی کو اس کے ہاتھ سے شفا مل رہی ہے، تو کوئی مادر زاد اندھا صحیح آنکھوں والا ہو رہا ہے، اور مختلف امراض سے اس کے ہاتھ پر شفا ملتی جارہی ہے، اس بادشاہ کا ایک ہم نشین نابینا ہوگیا تھا وہ لڑکے کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارا جادو اتنا بڑھ گیا کہ لاعلاج بیماروں کو تم شفا دیدیتے ہو میں نے بہت سارا ہدیہ تمہارے لیے مہیا کیا ہے، اگر تم مجھ کو اچھا کر دو تو یہ تمام ہدایا تمہارے ہیں، لڑکا بولا میں تو شفا نہیں دیتا، شفا تو صرف اللہ تعالی دیتے ہیں، اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ تعالی سے دعا کروں، ممکن ہے اللہ تم کو بھی اچھا کردے، بادشاہ کا ہم نشین ایمان لے آیا، لڑکے نے اس کے لیے دعا کردی، اور اللہ نے دعا قبول فرمائی اور وہ اندھا اچھا ہوگیا، دونوں آنکھوں سے دیکھنے لگا، جب دوسرے دن حسب دستور بادشاہ کی مجلس میں نابینائی ختم ہونے کے بعد پہنچا تو بادشاہ نے حیرت ظاہر کی اور پوچھا کہ تم کو کس نے اچھا کیا؟ ہم نشین بولا کہ میرے پروردگار نے میری آنکھیں لوٹا دیں، بادشاہ نے کہا کیا میرے سوا کوئی اور بھی تیرا پروردگار ہے؟ یعنی پروردگار تو میں ہوں، میں نے تیری آنکھیں نہیں لوٹائی، ہم نشین نے کہا کہ میرا بھی اور تیرا بھی پالنے والا اللہ تعالی ہے، اسی نے میری آنکھ واپس دی، بادشاہ یہ سن کر خفا ہوا اور ہم نشین کو نوع درنوع کی ایذاؤں میں مبتلا کرتا رہا کہ کس نے تم کو اچھا کیا آخر عذاب سے تنگ آ کر ہم نشین نے لڑکے کا نام بتادیا، اب لڑکے کو بلایا گیا اور بادشاہ نے کہا پیارے لڑکے تم نے تو اتنا جادو سیکھ لیا کہ مادر زاد اندھے کو بینا اور کوڑھی کو بے داغ بنادیا، اور بہت سارے کارنامے تم کرنے لگے ہو، لڑکے نے کہا کہ میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو صرف اللہ تعالی دیتا ہے، یہ سن کر بادشاہ نے لڑکے کو بھی گرفتار کرلیا اور نوع درنوع کے عذاب میں مبتلا کررکھا، یہاں تک کہ لڑکے نے اپنے استاذ راہب کا پتہ بتادیا، اب راہب کو بلایا گیا، اس سے کہا گیا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ، راہب نے مرتد ہونے سے انکار کیا، تو بادشاہ

نے راہب کو آرہ سے چروا دیا، پھر بادشاہ کے ہم نشین کو لایا گیا، اس کو بھی اسلام سے پھر جانے کی دعوت دی، اس نے بھی مرتد ہونے سے انکار کیا تو اس کو بھی آرہ سے چیروا دیا اور اسی طرح قتل کردیا۔

اب لڑکے کی باری آئی اس کو بھی مرتد ہونے کی دعوت دی گئی مگر وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہا، اور مذہب چھوڑنے کے لیے ٹس سے مس نہ ہوا، تو بادشاہ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ اس لڑکے کو فلاں پہاڑ پر لیجاؤ اور اس کی چوٹی پر پہنچ کر اس سے کہو کہ اپنے دین سے باز آجا، اگر باز آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی چوٹی پر سے اس کو زمین پر پھینک دو تا کہ مر کر چکنا چور ہوجائے، بادشاہ کے کارندے لڑکے کو لیکر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو لڑکے نے یہ دعا مانگی" اللّٰھم اکفنیھم بما شئت" یا اللہ تو جس طرح چاہے ان لوگوں سے میری کفایت فرما، یہ دعا کرنی تھی کہ پہاڑ تھر تھرانے لگا اور سب کے سب نیچے گر کر مر گئے، صرف لڑکا بچا تو وہ پہاڑ سے اتر کر بادشاہ کے پاس پہنچا، بادشاہ نے پوچھا تمہارے ساتھی کہاں گئے، لڑکا بولا اللہ نے ان سے میری کفایت کردی، بادشاہ نے دوسرے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ اس کو پکڑ کر سمندر میں لے جاؤ اور ایک کشتی میں لاد کر بیچ سمندر میں اس کو پھینک دو، بادشاہ کے کارندوں نے اس کو پکڑ کر، کشتی میں لاد کر بیچ سمندر میں پہنچے، تو لڑکے نے پھر وہی دعا کی" اللّٰھم اکفنیھم بماشئت" یہ دعا کرتے ہی کشتی نے ہچکولہ کھایا اور سب کے سب سمندر میں ڈوب گئے، صرف یہی لڑکا بچ گیا اور سمندر سے نکل کر خراماں خراماں بادشاہ کے پاس پہنچا، بادشاہ مبہوت وحیران رہ گیا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ لڑکا بولا میرے رب نے ان سب سے میری کفایت فرمائی اور اے بادشاہ! تو مجھ کو بالکل نہیں مار سکتا جب تک کہ میری بتلائی ہوئی تدبیر سے مجھ کو نہ مارے میں ہرگز نہیں مرسکتا، اگر تم مجھ کو مارنا ہی چاہتا ہے، تو میں اس کی تدبیر تم کو خود بتلادوں گا، بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا تدبیر ہے؟

لڑکے نے جواب دیا کہ ایک بڑے میدان میں اپنے ملک کے سب لوگوں کو اکٹھا کرو اور بیچ میدان میں مجھے سولی پر لٹکانے کے لیے ایک لمبا ستون گاڑ دو، اور رسی میری گردن میں ڈال کر اس ستون پر مجھ کو لٹکاؤ، پھر میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر کمان میں رکھو اور یہ پڑھ کر تیر چلاؤ"باسم اللّٰہ رب ھذا الغلام" میں اللہ کے نام سے یہ تیر پھینکتا ہوں، جو اس لڑکے کا پالنہار ہے، تب ہی میں مرسکتا ہوں۔

بادشاہ تو غضب ناک تھا ہی، اس نے اپنے ملک کے آدمیوں کو بڑے میدان میں جمع کردیا اور جیسے جیسے لڑکے نے تدبیر بتلائی تھی بادشاہ نے سب کی، اور جب اللہ کے نام سے تیر کو پھینکا تو وہ تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا اور اس جگہ لڑکے نے اپنا ہاتھ رکھ لیا پھر لڑکا تو مر گیا لیکن اس کا اثر حاضرین پر یہ ہوا کہ وہ کہنے لگے کہ اس لڑکے نے بہت زبردست علم سیکھ رکھا تھا، لہٰذا ہم سب اس لڑکے کی اتباع کریں گے، اب ہم لوگ بھی لڑکے کے رب پر ایمان لارہے ہیں، اور ہر طرف سے یہی شور اٹھنے لگا "آمنا برب الغلام، آمنا برب الغلام" اب بادشاہ سے کچھ لوگوں نے کہا کہ صرف تین آدمی تیرے دین کی مخالفت کررہے تھے، جو تم کو برداشت نہیں ہوا، اور اب تو ایک جہاں تمہارا مخالف ہوگیا، اب کیا کروگے؟۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خوب لمبے اور گہرے گڈھے کھودے جائیں اور ان کو ایندھن سے بھر کر اس میں آگ لگائی جائے، پھر ان سب لوگوں کو جمع کرلیا جائے اور کہا جائے کہ یا تو اپنے مذہب اسلام کو چھوڑ دو، ورنہ اسی آگ میں کود جاؤ، اگر نہیں کودوگے تو سب کو زبردستی آگ میں ڈال دیا جائے گا، چنانچہ سب لوگ جمع ہوئے اور دھمکی سے بالکل متأثر نہیں ہوئے اور بے خطر آگ میں کودتے گئے، پھر ایک عورت آئی کہ جس کی گود میں دودھ پیتا ہوا بچہ تھا، تو جب اس سے آگ میں کودنے کو کہا گیا تو گود میں بچہ ہونے کی وجہ سے اس نے آگ میں کودنے سے کچھ پس وپیش کیا اور تھوڑی دیر ٹھٹکی، تو بچے نے ماں سے کہا کہ امی جان! آگ میں کود جاؤ، تم حق پر ہو، یہ پانچواں شیر خوار بچہ تھا جس نے بچپن میں گفتگو کی تھی۔

❁❁❁❁

مشعل راہ

ولی کامل، یادگار اسلاف، مرجع الخلائق حضرت مولانا قاری

سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا ایک عارفانہ خطاب

یہ تقریر جامع مسجد باندہ میں اس وقت کی گئی جب کہ بابری مسجد کے انہدام کا جانگداز سانحہ پیش آیا تھا، اور ہر طرف مسلمانوں میں غیظ وغضب تھا، باندہ کے چند نوجوان بھی اس طرح کی اسکیمیں بنا رہے تھے، جس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کے دلوں پر آرے چل رہے تھے، ان حالات میں مولانا کا یہ خطاب بہت ہی جامع تھا، قند مکرر کے طور پر اس خطاب کو شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

محترم دینی بھائیو! اس وقت مجھے آپ کے سامنے خدا کو حاضر وناظر جان کر اور عقیدہ رکھ کر عرض کرنا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اللہ کے فرشتے میری ہر بات کو لکھ رہے ہیں، حشر میں خدا کے سامنے پیشی ہوگی، اگر میں نے اپنے بھائیوں کو غلط راستہ بتایا، غلط مشورہ دیا تو دنیا میں بھی اس کی سزا ملے گی اور آخرت میں بھی، اس لیے آپ پورے اطمینان کے ساتھ سنئے جو کچھ کہا جارہا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں، دین کے دائرے میں کہا جارہا ہے، جو حادثہ پیش آیا جس کے اندر ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، اس کو انتہائی دکھ پہنچا ہے، مومن ہی نہیں بلکہ کسی غیر مسلم کے اندر کچھ بھی شرافت ہوگی اور برائی سے نفرت کا جذبہ ہوگا اس کو بھی یہ حرکت ناپسند ہوگی، برے کام کو کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرتا، ہر ملک میں رہنے والا اپنے مذہب کے اعتبار سے آزاد ہوتا ہے، اس کی جان ومال عزت وآبرو اور شعائر کی حفاظت نہ کرسکے، اس کو حکومت کرنے کا حق ہی نہیں، اللہ پاک ظالم کو کبھی معاف نہیں کرتا، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، البتہ کچھ ڈھیل ہوتی ہے، اگر وہ اپنی اصلاح کرلیتا ہے تو سزا سے بچ جاتا ہے، ورنہ اس کو تباہ کردیا جاتا ہے، اس وقت انتہائی صدمہ اور رنج ہے، مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے، جانی، مالی نقصان بھی برداشت کرلیتا ہے؛ لیکن خدا کے گھر کی بے حرمتی برداشت نہیں کرسکتا، اس کے باوجود مسلمان ہر حال میں اسلامی تعلیمات سے الگ نہیں ہوتا، وہ اپنی خواہش اور جذبات پر عمل نہیں کرتا، بلکہ جو کچھ کرتا ہے قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں کرتا ہے، وہ ہر غم اور خوشی میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کرتا ہے، اس وقت آپ کے جذبات ہیں، اور کچھ کرنے کا ارادہ کررہے ہیں، ہمارا مذہب ایسے کام کی اجازت نہیں دیتا، اور نہ عقل مندی کا تقاضہ ہے کہ جنھوں نے ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا اور نہ مقابلے میں آئے، ان کی جان ومال کو نقصان پہنچانا جائز نہیں، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی، اس میں مذہب کی بدنامی ہے، اگر آپ نے ایسا اقدام کیا تو اس کا انجام آپ جانتے ہیں کیا ہوگا، جس جگہ مسلمان کمزور ہیں، ان کی جان ومال، عزت وآبرو کا کیا ہوگا، اس قسم کی حرکتوں سے جان ومال کا زبردست نقصان ہوگا، جس طرح شعائر اسلام کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح جان ومال کی عزت وآبرو کی بھی حفاظت ضروری ہے، آزادی کے وقت سے آج تک جان ومال کا کتنا نقصان ہوا، عزت وآبرو کا نقصان اس کے علاوہ، ایک مسلم کی جان کی قیمت پوری دنیا نہیں ہوسکتی، عزت کا تو کوئی بدل ہی نہیں، ایسا کام کرنا عقل کے خلاف ہو، شریعت کے خلاف ہو، مسلمانوں کے لیے

جائز نہیں، اس سے اپنا مذہب بدنام ہوتا ہے، اللہ کی نصرت نہیں ہوتی، اب تک جو ہوا، اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے، جیسا کہ میں نے ابھی آپ کے سامنے عرض کیا، مجھے کوئی بتلائے کہ مسلمانوں کو اس سے کیا فائدہ ہوا ہے، آپ حضرات ایسے حالات میں اسلامی تعلیمات کا نمونہ پیش کریں اور جو کچھ کریں شریعت کے حدود کے اندر کریں، اسلامی اخلاق کے ذریعہ بڑے سے بڑے دشمن کی دشمنی ختم کر سکتے ہیں، دو سال پہلے کا ایک واقعہ ہے کہ ایک غیر مسلم سیٹھ اپنے متعلقین کے ساتھ سفر کر رہا تھا، پلیٹ فارم پر جب پہنچا تو ٹرین چھوٹنے والی تھی، اس نے ٹرین کے کنڈ یکٹر سے کہا مجھے جگہ نہیں ملی ہے، آپ جگہ دے سکتے ہیں؟ اس نے کہا مل جائے گی، جلدی ہی ٹرین چھوٹ رہی ہے، اور خود کنڈ یکٹر نے اس کا سامان ٹرین پر رکھا، جگہ دی، رسید بنائی اور اس کے حوالہ کر دی، سیٹھ نے کافی روپیہ اس کو نکال کر دینا چاہا، کنڈ یکٹر نے کہا یہ روپئے آپ کیوں دے رہے ہیں؟ سیٹھ نے کہا آپ کو انعام دے رہا ہوں، آپ نے میرے ساتھ احسان کیا ہے، کنڈ یکٹر نے کہا یہ تو میری ڈیوٹی ہے، مجھ کو اسی بات کی تنخواہ ملتی ہے، آپ جو دے رہے ہیں یہ رشوت ہے، ہمارے مذہب میں یہ حرام ہے اور ناجائز ہے، ہمارا مذہب تو ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی کا حکم دیتا ہے، سیٹھ صاحب نے کہا آپ کا مذہب کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں، سیٹھ صاحب نے کہا مجھے اندھیرے میں رکھا گیا ہے، اور مسلمان کی طرف سے میرے دل میں نفرت بٹھائی گئی، وہ ایک متعصب جماعت کا اپنے علاقہ میں صدر تھا، وہاں جا کر استعفیٰ دیدیا۔

ابھی ایک ماہ کا واقعہ ہے کہ جھانسی میں میرے کرم فرما ایک حاجی صاحب کا ایک غیر مسلم کی موٹر سائیکل سے ایکسیڈینٹ ہوا، اور وہیں گر گئے اور انتقال ہو گیا، غیر مسلم کے چوٹ آئی وہ بھی بے ہوش ہو گیا، حاجی صاحب کے لڑکوں کو یہ واقعہ معلوم ہوا، تو فوراً پہنچے، دیکھا تو والد صاحب کا انتقال ہو گیا تھا، اس غیر مسلم کو لے کر اسپتال میں پہنچے اور ان کو داخل کیا، ڈاکٹروں کو دکھایا، بعد میں اس کے رشتہ دار پہنچے، حاجی صاحب کے لڑکوں سے ملے، اور ان کے حسن خلق سے بہت متأثر ہوئے، حاجی صاحب کے لڑکوں نے کہا ہمارے والد کا وقت پورا ہو گیا تھا، وہ جا چکے، ہم کو اس میں کوئی کارروائی نہیں کرنا، ان کے اس احسان سے ہر غیر مسلم جس نے سنا اچھا اثر لیا، حکام بھی متأثر ہوئے، بہت سے واقعات مجھے معلوم ہیں، جہاں کہیں بھی مسلمانوں نے اس قسم کا معاملہ کیا، وہاں تعصب کی فضا ختم ہو گئی، اگر ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کریں تو انشاء اللہ تمام متعصب جماعتیں اور ان کی ساری اسکیمیں ختم ہو جائیں گی، اس سے پہلے بھی آپ نے اخباروں میں پڑھا ہو گا کہ جذبات پر عمل کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے، آپ کے پاس طاقت نہیں کرفیو نافذ کر کے پی، اے، سی جو نقصان کرتی ہے، وہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے، ایسی بے سروسامانی کی حالت میں آپ سے گزارش ہے کہ آپ انبیاء کرام، صحابہ عظام، سلف صالحین کے طریقہ پر عمل کریں، اللہ پاک جس طرح ان کی مدد کرتا ہے ہماری بھی مدد کرے گا، اس وقت جیسے حالات ہیں یہ کوئی نئے نہیں ہیں، اس دنیا میں اللہ کے ماننے والے اور نہ ماننے والوں کی جب سے یہ دو جماعتیں ہوئی، اسی وقت سے یہ قصہ چل رہا ہے، ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ ایسے حالات میں انبیاء علیہم السلام نے کیا طریقہ اختیار کیا، وہی طریقہ ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو پوری قوم نے مل کر سینکڑوں سال ستایا ان ستانے والوں کو اللہ پاک نے غرق کیا، فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ستایا، فرعون کو اللہ پاک نے اس کے لشکر کے ساتھ چند منٹ کے اندر دریا میں ڈبو کر ہلاک کر دیا، جو لاکھوں کی تعداد میں تھے، حضرت ابراہیم علیہم السلام کو نمرود نے ستایا اور پورا عملہ اس کام میں لگ گیا، آخر کار وہ سب کے سب ہلاک ہوئے، شعیب علیہ السلام کو ستایا گیا، بستی سے نکلنے کی دھمکی دی گئی، وہ ساری کی ساری قوم ہلاک ہوئی، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحیٰی علیہ السلام کو شہید کیا گیا، ہمارے پیغمبر کو کیسی کیسی اذیتیں دی گئیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جتنا مجھے ستایا گیا اتنا کسی نبی کو نہیں ستایا گیا، آپ پر پتھر برسائے گئے،

بدمعاشوں کو لگایا گیا، سارا جسم زخمی کیا گیا، مقاطعہ کیا گیا محصور کیا گیا، قتل کی سازش کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن چھوڑ ناپڑا، صحابہ کرام کتنے ستائے گئے، تپتی ریت میں ان کو گھسیٹا گیا، انگاروں پر لٹایا گیا، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے، ان حالات میں انہوں نے صبر سے کام لیا، اس وقت ان حضرات کے پاس ایسے ظاہری اسباب نہ تھے، جس سے ان جابر اور ظالم طاقتوں کا مقابلہ کرتے، اپنے پروردگار سے دعا کرتے رہے اور کہتے رہے "علی اللّٰہ تو کلنا ربنا افتح بیننا و بین قومنا وانت خیر الفاتحین" ہم اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، اے ہمارا رب! ہمارے درمیان اور ہماری اس ظالم قوم کے درمیان حق کا فیصلہ کردیجئے، آپ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں "ربنا لاتجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ونجنا برحمتك من القوم الکافرین" اے ہمارے رب ہم کو ظالم قوم کے لیے تختۂ مشق نہ بنائیے اور ہم کو اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات دیجئے" ربنا ولاتحملنا مالاطاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین" اے ہمارے رب ہمارے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیجئے جس کو ہم برداشت نہ کرسکیں، ہمارا قصور معاف کردیجئے، ہماری خطاؤں کو بخش دیجئے، ہم پر رحم کیجئے، آپ ہمارے آقا ہیں، کافروں کے مقابلہ میں مدد فرمائیے، ان دعاؤں کا اثر دنیا نے دیکھا کہ آج ظالم قوموں کا نام ونشان باقی نہ رہا، دعا کو کوئی معمولی چیز نہ سمجھنا چاہئے "الدعاء سلاح المؤمن" دعا مومن کا ہتھیار ہے، ان ظاہری ہتھیاروں سے وہ کام نہیں ہوتا جو دعا سے ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس وقت کی حکومت نے ان کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، اور ان کو جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ لاؤ ہم بھی اس کے مقابلے کی تیاری کریں، اور اس کے بعد وضو کیا اور نماز پڑھ کر دعا مانگی، لکھا ہے کہ اس ظالم بادشاہ جس نے گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا اس کا ہارٹ فیل ہوگیا۔

ایک واقعہ اور یاد آیا ایک نیک شخص سفر کررہا تھا، ایک ڈاکو بھی ساتھ ہوگیا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو، میں بہت مختصر راستہ سے تم کو پہنچا دوں گا، وہ بے چارہ اس کی بات پر اعتماد کرکے اس کے ساتھ ہولیا، جب جنگل میں پہنچا تو ڈاکو نے اپنی سواری سے اتر کر خنجر نکالا اور کہا کہ میں تمہاری جان لوں گا، اس نے کہا تم کو مال چاہئے، میرا سب مال لے لے، جان کیوں لیتا ہے، ڈاکو نے کہا کہ میری عادت ہے کہ پہلے جان لیتا ہوں بعد میں مال لیتا ہوں، اس نیک شخص نے کہا مجھے تھوڑا سا موقع دیدو، اس کے لیے اس نے نماز پڑھ کر دعا کی، دعا میں زبان پر یہ آیت جاری تھی "امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء" وہ کون سی ذات ہے جو پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اس کو پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے، لکھا ہے کہ ایک گھوڑ سوار نمودار ہوا، اور اس ڈاکو کو ختم کردیا، اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں، جب بھی مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئی، انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کیا، توبہ استغفار کیا، گناہوں پر نادم ہوئے، آئندہ کے لیے عہد کیا کہ ہم گناہ نہیں کریں گے، تو اللہ پاک نے غیب سے مدد فرمائی، آج دروازہ بند نہیں ہوگیا؛ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم کو جو کرنا چاہئے وہ نہیں کررہے ہیں، ابھی تک اپنے پروردگار کے ایک حکم پر پابندی سے عمل نہ کرسکے، نماز جیسا اہم فریضہ امت میں سو فیصد زندہ نہ ہوسکا، کیا ہم اور ہمارے متعلقین اس پر عمل کررہے ہیں، شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو کہ جس میں چھوٹے بڑے، مرد عورت سب اس پر عامل ہوں، گھروں میں جو کچھ ہورہا ہے، ہم جانتے ہیں، دن ورات نافرمانی کے کام کررہے ہیں، جب سے ٹی، وی کا رواج ہوا، اس وقت سے خدا کی غفلت اور زیادہ ہوگئی، ہمارا کون سا عمل ایسا ہے کہ حضور کے طریقہ پر ہے، آج ہم سنت کو زندہ کرتے، اپنے پروردگار اور اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے، تو یہ دن نہ دیکھتے، خدا سے تعلق رکھنے والے ذلیل وخوار نہیں ہوتے، کامیابی ان کے قدم چومتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو ہم مٹا رہے ہیں، جس کے نتیجہ میں ہم خود مٹ رہے ہیں، میرے بھائیو! خدا کا کسی سے رشتہ ناتا نہیں، اس کے یہاں فیصلہ اعمال پر ہوتا

ہے، اچھے اعمال پر اچھا نتیجہ مرتب ہوتا ہے، خدا کی نصرت ہوتی ہے اور برے اعمال پر برا نتیجہ مرتب ہوتا ہے، خدا کی نصرت نہیں ہوتی، ظاہری تدبیر جو اسلامی حدود کے اندر ہوں، اس کو اختیار کرنے کو منع نہیں کرتا؛ لیکن حقیقی تدبیر سے غافل نہ ہونا چاہئے، ہم اپنے پروردگار کو راضی کریں، اب تک جو نافرمانی کی زندگی گزاری اس سے توبہ کریں، اللہ پاک کے سامنے گڑگڑائیں، آنسو بہائیں پھر دیکھیں خدائے پاک کی غیبی نصرت ہوتی ہے کہ نہیں؟ اللہ پاک کے یہاں مومن کے آنسوؤں کی بڑی قدر ہے، خدا کی خوف سے آنکھوں سے جو چند قطرے نکلتے ہیں، یہ وہ آنسو ہوتے ہیں جن سے عرش اعظم ہل جاتا ہے، آپ اس پر عمل کریں، اللہ پاک سے رورو کر دعائیں مانگیں، عہد کریں، آج سے نافرمانی نہیں کریں گے، پھر دیکھئے اپنی آنکھوں سے آپ ان شاء اللہ وہ دیکھ لیں گے، جو آپ جانتے ہیں، اگر ایسا نہیں کرتے تو لاکھوں تدبیریں، ہنگامہ کریں جو چاہیں کریں اس کا الٹا ہی اثر پڑے گا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، دین پر عمل کریں گے، اللہ کی تائید ہم کو حاصل ہوگی، بدعملی پر نصرت نہیں ہوتی، یہ ساری مصیبتیں ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے "ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر" تمہارے اوپر جو مصیبت آتی ہے، تمہارے کرتوت کا نتیجہ ہے، اللہ پاک بہت سے جرائم کو معاف کردیتا ہے، آپ جو کرنے جارہے ہیں اس کی اسلام بالکل اجازت نہیں دیتا، اب تک کا تجربہ ہے کہ جہاں کہیں بھی مسلمانوں نے جوش سے کام لیا، اسلام کی تاریخ دیکھئے کہ دنیا میں اسلام اچھے اخلاق اور حسن سلوک سے پھیلا ہے، غیر مسلم ممالک میں چند مسلمان پہنچے! ان کے اخلاق اور معاملات کو دیکھ کر لوگوں نے اسلام قبول کیا، ان تمام معروضات کا حاصل یہ ہے کہ آپ ایسا اقدام نہ کریں، جس سے کسی کا نقصان ہو، کوئی ہمارے پڑوس میں رہتا ہے، اس نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا، ہم سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا تو اگر ہم اس کا جانی و مالی نقصان کریں گے تو یہ ظلم ہوگا، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، ہاں اگر کوئی شخص ہمارے درپہ ہوجائے اور ہمارا نقصان کرے، تو پھر ہم اس کا مقابلہ کریں گے، پیچھے نہیں ہٹیں گے، اس صورت میں اللہ پاک کی مدد ہوگی، ہمارا مذہب ظلم کو پسند نہیں کرتا، اور نہ بزدلی سکھاتا ہے، اس وقت کے حالات ایسے ہیں کہ اگر ہم نے کچھ بھی اقدام کیا تو شرپسند لوگ اس کو بہانہ بنا کر ہمارے گھروں میں گھس کر ہماری جان ومال وعزت کو تباہ کریں گے، کرفیو لگ ہی جاتا ہے جس سے ایسے لوگوں کو مدد ملتی ہے، آپ کے پاس کوئی طاقت نہیں اور نہ کوئی ایسی طاقت اس وقت ہے، بظاہر آپ کے پاس ممکن ہے جس سے ایسے لوگوں کا مقابلہ کریں اور ہو بھی جائے، خدا کی تائید نہ ہو، تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا، اس لیے تحمل اور تدبیر سے کام لیجئے! خدا سے تعلق کو مضبوط کیجئے، گناہوں سے توبہ کرکے اپنے پیغمبر کی تعلیم پر عمل کیجئے، سب مرد اور عورت پابندی سے نماز پڑھیں اور رورو کر خدا سے دعا کریں، پھر دیکھئے اللہ پاک غیب سے کس طرح مدد کرتا ہے، جو پروردگار پچھلے انبیاء علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کی مدد کرتا رہا ہے، وہ آج بھی سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی بھی مدد کرے گا؛ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم فرماں بردار اور مطیع ہوجائیں، جو آیات میں نے شروع میں پڑھی ہیں، ان میں یہی تلقین کی گئی ہے کہ ترجمہ وتشریح کا وقت نہیں، اس لیے اب بات ختم کرتا ہوں، اللہ پاک ہم سب کو اپنے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، غیب سے ہماری مدد فرمائے اور ظالموں کو عبرتناک سزا میں مبتلا فرمائے۔

❁❁❁❁❁❁

not found.

تجزیہ

دوسری اور آخری قسط

میڈیا اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

مولانا محمد علم اللہ اصلاحی، جامعہ ملیہ دہلی

اسلام انسان کے جذبات وخواہشات کو آزاد چھوڑتا ہے اور نہ عقل کو بے لگام چھوڑ دینے کا قائل ہے، وہ نفس اور قلب کا تزکیہ کرتا ہے اور عقل کے سرکش گھوڑے کے منہ میں حکمت کی لگام دیتا ہے لیکن مادی تہذیب حاضر نے عقل اور خواہشات کو بے لگام چھوڑ کر انسان کی مادر پدر آزادی کا تصور دے کر وسائل حیات اور وسائل ابلاغ دونوں کو اپنے قبضے میں کرلیا ہے اور اب اس کا ہدف خود 'حیات' پر کنٹرول حاصل کرنا ہے تاکہ موت کے خوف سے نجات مل سکے، مادی انسان آخرت پر یقین نہ رکھنے کے باوجود موت سے صرف اس لیے ڈرتا ہے کہ آخرت کا تصور موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے سے ہی وابستہ ہے، لہٰذا اس کا خیال ہے کہ جب وہ موت پر قابو پا جائے گا تو زندگی اپنے آپ اس کے اختیار میں آجائے گی، چونکہ یوم آخرت کا مالک وہی ہے جو زندگی اور موت کا مالک ہے، لہٰذا ان کا خیال ہے کہ آخرت کی پکڑ سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ موت اور حیات کو پوری طرح اپنے قابو میں کرلیں، ایک طرف تو وہ زندگی کے راز کو جاننے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور دوسری طرف انہوں نے اس نظام فکر کے خلاف ہر طرح کی جنگ چھیڑ رکھی ہے جو ان کی شیطانی کوششوں میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے، دنیا اسلام کی حقانیت سے باخبر نہ ہو سکی، اسی لیے انہوں نے ''لہوالحدیث'' کا نظام رائج کر کے دنیا کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ پیسے خرچ کر کے گمراہی خریدے، اس مہم پر اتنا زور صرف اس لیے ہے کہ مسلمان پیسے خرچ کر کے کہیں قوت کا حصول نہ شروع کردے، کہیں وہ اپنی گاڑھی محنت کی کمائی رباط الخیل میں نہ لگادے، رباط الخیل اور قوت کے حصول کا معاملہ ان کے نزدیک اتنا اہم ہے کہ انہوں نے صرف 'لہوالحدیث' ہی کے خریدنے کا انتظام نہیں کیا ہے بلکہ کوشش یہ کی ہے کہ انسان رزق حال ہی سے پوری طرح محروم ہوجائے کیونکہ نہ رزق حلال ہوگا نہ مسلمان قوت اور رباط الخیل کے حصول کی طرف توجہ کرے گا، حرام مال کا مصرف اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ صرف 'لہوالحدیث' کی خریداری کی جائے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

" واعدوا لهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم وآخرين من دونهم لاتعلمونهم الله يعلمهم"۔(سورۂ انفال آیت ۶۰)

اور تم جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو، اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعدا کو خوف زدہ کرو گے جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔

اس کی تفسیر میں مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی اس کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ اس تیاری کا مقصد بیان ہوا ہے کہ اللہ کے اور تمہارے دشمنوں پر تمہاری دھاک اور ہیبت قائم رہے کہ تمہیں نرم چارہ سمجھ کر کے وہ تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کریں، یہاں مسلمانوں کے تمام دشمنوں کو اللہ کا دشمن ٹھہرایا ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کی جنگ جس سے بھی تھی اللہ کے دین کے لیے تھی اس میں کسی اور چیز کا کوئی دخل نہ تھا''۔

مولانا مزید لکھتے ہیں : ’’ قرآن نے یہاں مزید مسلمانوں کو ہدایت دیتے ہوئے ان دشمنوں کی طرف بھی ایک اشارہ کردیا جو مستقبل قریب یا مستقبل بعید کے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں تاکہ مسلمان دور تک نگاہ رکھ کر منصوبہ بندی کریں‘‘۔

اس روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج کل میڈیا جو سامراجی حکمرانوں کا آلۂ کار ہوچکا ہے، عوام الناس کے لیے مفید کم اور مضرت رساں زیادہ ہے بلکہ محض نقصان دہ ہے، مسلمانوں کے لیے تو موجودہ میڈیا کی زہر ہلاہل سے کم نہیں، میڈیا پر حق و باطل اور مثبت و منفی عناصر کا تناسب دس اور نوے فیصد کے بقدر ہے؛ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی اس جانب سے غفلت کسی خوفناک مستقبل کا پتہ دیتی ہے، ایسے حالات میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ میڈیا کی اس انسانیت مخالف تشہیری جنگ کے خلاف اقدام کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ اس کے ذریعہ ان کا مقصد ہی اسلام کو بدنام کرنے کی خاطر حربہ اپنانا، معاشرے میں بدتمیزی اور انارکی کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ بدعقیدگی اور کفر و شرک پھیلا کر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنا ہے، یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں مختصراً میڈیا کی ایک جھلک قارئین کے سامنے پیش کردیں تاکہ اس کی تصویر مزید واضح ہوسکے۔

اگر کہیں بم بلاسٹ ہو تو فوراً اسلامی تنظیموں کی فہرست سے نیوز چینلوں کو مزین کردیا جاتا ہے، لیکن جیسے ہی یہ انکشاف ہوتا ہے کہ کام کسی ہندو تنظیم کا ہے تو فوراً ’’مائی نیم از خان‘‘ کی نیوز ’’بریکنگ‘‘ بن جاتی ہے، اگر کوئی عام مسلمان چار شادی کرے تو بطور عیب اسے دکھایا جاتا ہے، لیکن کوئی مشہور غیر مسلم، نامور شخصیت دس دس رکھیل رکھے تو اس کا کوئی چرچا نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھار تو رکھیلوں کے لیے وہ باعث فخر بنادیا جاتا ہے، جب کسی مسلمان کو بڑے جرم کے تحت گرفتار کیا جاتا ہے، تو اسے سبھی دہشت گرد تنظیموں کا دوست اور رشتہ دار بنایا جاتا ہے لیکن جب دو یا تین دنوں بعد یہ انکشاف ہوتا ہے کہ سب جھوٹ تھا اور اس کی براءت کا حکومت اعلان کردیتی ہے تو اسے بریکنگ نیوز نہیں بلکہ یا تو دکھایا ہی نہیں جاتا یا پھر فٹ لائن نیوز میں دو یا تین مرتبہ دکھا کر معاملہ کو ختم کردیا جاتا ہے، بلکہ کبھی کبھار تو مجرم اور بم بلاسٹ کرنے والا غیر مسلم نکلتا ہے لیکن اس خبر کو ختم کردیا جاتا ہے یا اس شخص کو مسلمان بنادیا جاتا ہے گرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا یہی سمجھتی ہے کہ ہمیشہ مسلمان ہی ایسے کام کرتے ہیں اور وہی دہشت گرد ہوتے ہیں، مسلمان اسی طاقت سے جواب نہیں دیتے اور خود اپنے گلے میں بدنامی کا طوق ڈال لیتے ہیں، اگر جواب دیا بھی جاتا ہے تو اردو اخبارات اور مجلوں میں جسے ایک مسلمان کے علاوہ کوئی اور نہیں پڑھتا اور مسلمان جواب دے کر اور خود ہی پڑھ کر خوش ہوتے ہیں۔

کہیں گھریلو ماحول پر مبنی پروگرام بنائے جاتے ہیں جس میں عورتوں کو آپسی لڑائی، جھگڑے اور میاں بیوی کے درمیان اختلاف کیسے بڑھے؟ دکھائے جاتے ہیں، حالانکہ ظاہری مقصد ان مفاسد کی روک تھام ہوتا ہے؛ لیکن جس انداز سے دکھایا جاتا ہے اس سے لوگ سدھرنے کے بجائے اور زیادہ بگڑ جاتے ہیں، ضروری نہیں کہ آپ زنا کے روک تھام کے لیے زنا کرکے لوگوں کو دکھائیں لیکن موجودہ الیکٹرانک میڈیا کا طریقہ یہی بن گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دیکھیں، ہماری ٹی آر پی بڑھے، اس لیے مرچ مسالہ بھی لگادیا جاتا ہے کیونکہ موجودہ میڈیا کا مقصد برائی کو روکنا اور فحاشی کو ختم کرنا نہیں بلکہ فحاشی کو بڑھانا اور پیسہ کمانا ہے، اگر غور کیا جائے تو یہ آیت موجودہ میڈیا پر کھری اترتی ہے ”إنما جزآء الذین یحاربون اللّٰہ و رسولہ“۔ (سورۂ مائدہ ۳۳)

ان کی سزا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں، ان میں میڈیا کا پہلا چہرہ داخل ہوجاتا ہے، جو اسلام یعنی اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو بدنام کرنے کی کوشش کررہا ہے اور ”و یسعون فی الارض فساداً“۔ (سورہ مائدہ ۳۳)

اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، میڈیا کا یہ چہرہ اور آگے ذکر ہونے والا چہرہ شامل ہوجاتا ہے اور ان کے لیے سزا بھی اللہ نے سخت

متعین کردی کہ "ان یقتلوآ او یصلبوا اوتقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلك لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرة عذاب عظیم"۔(حوالہ بالا)

یہ ہے کہ وہ قتل کردئے جائیں یا پھانسی پر چڑھادئے جائیں یا ان کے ہاتھ پیر مخالف سمتوں سے کاٹ دئے جائیں یا وہ شہر بدر کردئے جائیں، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

اس میں وہ پروگرام اور سیریلس بھی آجاتے ہیں جن میں فحاشی اور ننگے پن کو کھلے طور سے دکھایا جاتا ہے جسے بچے اور والدین ایک ساتھ مل کر دیکھتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچی بڑی ہوکر اپنے بوائے فرینڈ کو اپنے ساتھ گھر میں لے آتی ہے، جسے کتنے والدین فیشن اور آزادی کا نام دیتے ہیں تو کتنے بول نہیں پاتے کیونکہ یہ تربیت بچوں نے اپنے والدین کے ساتھ دیکھ کر ہی پائی ہے۔

تو وہیں غریبوں کی عزت کو سربازار ریلٹی شو کے نام پر خریدا اور بیچا جاتا ہے ان کی نجی زندگی میں جھانک کر میاں اور بیوی میں طلاق کرانا اور کسی کو پھانسی پر چڑھادینا یہ ریلٹی شو کی خصوصیات رہی ہیں۔

''آپ کی کچہری'' کے نام پر خاندانی فسادات اور جھگڑوں کو انصاف دلانے کے نام پر ساری دنیا کے سامنے ان کی عزت کو نیلام کردیا جاتا ہے کیا ضروری ہے کہ انصاف دنیا کے سامنے ذلیل کرکے اور دنیا کے سامنے لڑا کر دلایا جائے؟

میڈیا نے اس بدعقیدگی کو پھیلانے اور بچوں کے ذہن کو کفروشرک سے بھرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، ہم بچوں کے لیے آنے والے کارٹونز اور پروگرامس پر غور کریں کہ ان میں دکھایا کیا جاتا ہے؟ ہنومان، رام اور کرشن کی اسٹوری کارٹونز میں دکھائی جاتی ہے اور کارٹون کے نام پر فحاشی بچوں کو دکھائی جاتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:" مامن مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یھودانه أو ینصرانه أو یمجسانه"۔(بخاری ومسلم)

ہر بچہ کی پیدائش فطرت یعنی اسلام پر ہوتی ہے، لیکن اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

اس حدیث کا معنی محدثین اور شارحین حدیث نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر یہودی کے گھر بچہ پیدا ہوتو وہ فطرت اسلام پر ہی رہتا ہے، اس کے اندر ابتداء اسلامی تعلیمات ہی اللہ رب العالمین کی طرف سے داخل کی جاتی ہیں؛ لیکن جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اور اس کے یہودی والدین اسے یہودیت کی تعلیم دیتے رہتے ہیں، تو بالآخر وہ بڑا ہوکر یہودی بن جاتا ہے؛ لیکن موجودہ دور میں ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ مسلمانوں کے بچے بھی ہندو، یہودی اور نصرانی بنتے جارہے ہیں، وجہ صرف یہ ہے کہ والدین اپنے بچوں پر دھیان نہیں دیتے کہ ان کا بچہ کیا دیکھ اور سن رہا ہے اور بچہ بڑا ہونے کے بعد اگر کبھی مشکل میں آجاتا ہے تو وہی شرکیہ کام کرتا ہے جو اس نے بچپن میں دیکھا اور سنا تھا۔

ہم نے اب تک دیکھا کہ کس طرح سے میڈیا بدعقیدگی پھیلا رہا ہے، آزادی کے نام پر زناکاری اور ایڈس عام کررہا ہے، گھریلو اختلافات کے حل کی بجائے گھریلو مشکلات کو بڑھاوا دے رہا ہے، اور یہی میڈیا ہے جو ایک طرف کسانوں پر ہورہے ظلم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے تو دوسری طرف کسانوں کو خودکشی پر مجبور کررہا ہے، ان کے علاوہ ہم ہمیشہ جو کچھ سنتے اور پڑھتے ہیں کہ میڈیا اسلام کی غلط تصویر عوام میں پہنچا رہا ہے تو وہ ایک واضح چیز ہے۔

اسی طرح ٹی وی پر آنے والے پروگرامز کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب کوئی بچہ ٹی وی پر بچپن سے بتوں کی پوجا ہوتے دیکھتے آتا ہے تو مکلّف ہونے کے بعد اسے بت پرستی دیکھ کر دل میں معمولی حرکت تک پیدا نہیں ہوتی، کوئی برائی محسوس نہیں کرتا اور یہی وجہ ہے کہ بیشتر مسلمان اپنی دعوتی ذمہ داری کو بھول چکے ہیں اور برائیوں کو دیکھ دیکھ کر سود اور شراب جیسی لعنت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اب ایسے ماحول میں ضرورت ہے کہ مسلمان بھی اپنی دعوت عام کریں، اپنی حقیقی اور صاف وشفاف تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں

اور ہورہی بہتان تراشیوں کا کھل کر جواب دیں، آپ کے ذہن میں آئے گا کہ ہم تو یہ سب کرہی رہے ہیں، ہاں ہم جواب بھی دے رہے ہیں، اسلام کی سچی تصویر پیش بھی کررہے ہیں، اور دعوت الی اللہ کا کام بھی جاری ہے؛ لیکن کہاں......؟ جمعہ کی تقریروں میں جہاں سامعین صرف مسلمان ہی ہوتے ہیں، جلسہ اور اجتماعات میں جہاں مسلمانوں کے علاوہ کوئی نہیں آتا، اردو اخباروں اور مجلّات میں جنہیں ہر انسان تو درکنار ہر مسلمان بھی نہیں پڑھ سکتا، ہماری مثال ایسی ہی ہے کہ انگریزی کے سوالیہ پرچہ کا جواب کوئی طالب علم دوسرے روز اردو کے جوابیہ پرچہ میں لکھ کر آئے، گرچہ اس نے انگریزی کے پرچہ میں کئے گئے سارے سوالات کا صحیح صحیح جواب لکھا ہو؛ لیکن ان سے جہاں جواب دینا چاہئے تھا وہاں جواب نہیں دیا، تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا، الزام ہم پر الیکٹرانک میڈیا لگاتا ہے اور ہم جواب اپنے اسلامی جلسوں اور اردو میگزینس اور اردو مجلوں میں دیتے ہیں۔

اس بات سے مجھے کوئی انکار نہیں کہ جلسہ اور جلوس کا یقیناً فائدہ ہوتا ہے اور جو جوابات ابھی جس طرح سے دیئے جارہے ہیں ان سے مسلمانوں کو ضرور فائدہ ہوتا ہے اور کئی لوگ تو اپنے سے ملنے جلنے والے غیر مسلموں تک وہ جوابات پہنچا کر انہیں مطمئن بھی کردیتے ہیں؛ لیکن وہیں لاتعداد افراد ایسے بھی ہیں جن کا کوئی ملاقاتی مسلمان نہیں اور کئی ایسے مسلمان ہیں جن کا تعلق کئی غیر مسلموں سے ہے لیکن ان مسلمان کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ وہ اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں، ایسے افراد تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے ہم نے کیا کیا؟ جن کے ذریعہ اسلام کی غلط تصویر ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ پہنچائی جارہی ہے، جسے دیکھنے اور سننے کے بعد تو کئی لوگ مسلمانوں سے ملنا جلنا بھی پسند نہیں کرتے، ایسے میں مسلمانوں کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ میڈیا کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ایسے معیاری 'میڈیا انسٹی ٹیوٹ' قائم کرنے کی بھی ضرورت ہے جو ایسے افراد تیار کرسکیں جو اسلامی تہذیب وثقافت کو پروان چڑھانے میں اپنا کردار ادا کرسکیں، الیکٹرانک میڈیا کے میدان میں پیش رفت کے لیے مؤثر اور جامع حکمت عملی کی ضرورت ہے، اسلامی تحریکیں، میڈیا، ادارے اور مسلم تنظیمیں ہر سطح پر اس کے لیے بھرپور کردار ادا کرسکتے ہیں، مسلم دنیا اگر مجوزہ سفارشات اور خطوط پر منظّم اور احسن انداز میں اقدامات اٹھائے تو امت مسلمہ میڈیا کے محاذ پر درپیش چیلنج کا بھرپور اور مؤثر جواب دے سکے گی، مسلمانوں کو مغرب کی اندھی تقلید اور نقالی نہیں کرنی چاہئے، ٹی وی ڈراموں میں اسلامی تاریخ وثقافت کو پروان چڑھانا چاہئے، اگر احساس زندہ ہو تو آج بھی مثبت اور تعمیری تفریح کو مسلم ممالک میں فروغ دیا جاسکتا ہے، تعمیری، اصلاحی، تاریخی اور معلوماتی پروگرام تیار کرنے کی ضرورت ہے، فلم کے میدان میں ایران نے خاصی ترقی کی ہے اور عالمی ایوارڈ بھی حاصل کئے ہیں، ایسی فلمیں جو اصلاح وتطہیر کا فریضہ انجام دیں اور جن کے ذریعہ اسلامی معاشرے میں تعلیم وتربیت کا عمل بڑھ سکے ان کو مسلم ممالک میں رواج دینے کی ضرورت ہے۔

مغرب کی یہ حکمت عملی رہی ہے کہ وہ امت مسلمہ کے جذبات کو جانچنے کے لیے پرنٹ والیکٹرانک میڈیا میں ایشوز اٹھاتا رہتا ہے، اسلامی شعائر کی توہین کی جاتی ہے، تو مسلم دنیا میں احتجاجی مظاہروں کے ذریعے ہی ردعمل سامنے آتا ہے؛ لیکن میڈیا کے ذریعہ اس کا جواب نہیں دیا جاتا، مسلم دنیا کو الیکٹرانک میڈیا اور انٹرنیٹ پر اسلامی تشخص کو عام کرنے اور مغربی پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دینے کے لیے اپنے دائرہ کار اور کاوشوں کو مؤثر اور منظّم انداز میں بڑھانے کی ضرورت ہے۔

مسلم ممالک اور مغرب میں موجودہ مسلم تنظیمیں بڑے محدود دائرے میں میڈیا کا کام کررہی ہیں، مغرب نے جس سطح پر میڈیا سے کام لیا ہے، وہ مغربی ایجنڈا دنیا پر مسلط کرنے کے لیے خاصا کارگر ثابت ہوا ہے، مسلم تنظیموں، اداروں او تحریکوں کے لیے بے حد ضروری ہے کہ میڈیا کے لیے مناسب بجٹ مختص کریں، الیکٹرانک میڈیا بالخصوص ٹی وی چینلوں کو ہدف بنا کر کام کیا جائے ''پروڈکشن ہاؤس'' کے ذریعہ اینکر پرسنز اور پروڈیوسرز کی تربیت کا بندوبست کیا

جائے، آئندہ ۱۰ سال کا منظر نامہ سامنے رکھا جائے تو مسلم دنیا میں الیکٹرانک میڈیا میں ایسے افراد بڑی تعداد میں دستیاب ہوسکیں گے جو قومی اور دینی سوچ اور نظریاتی شناخت کے حامل ہوں گے۔

مسلم ممالک میں تنظیموں اور اداروں کو ''میڈیا تھنک ٹینک'' کا قیام عمل میں لانا چاہئے، جو مغرب سے مکالمہ کرسکیں، امریکہ اور یورپ کے ''میڈیا تھنک ٹینک'' اسلام مخالف پروپیگنڈے میں پیش پیش ہیں، میڈیا تھنک ٹینک کے ذریعے مغربی پروپیگنڈے کا توڑ کیا جاسکتا ہے اور حالات وواقعات کی اصل تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جاسکتی ہے۔

مسلم دنیا کے ذرائع ابلاغ کے منتظمین اپنی سطح پر محدود دائرے میں کام کررہے ہیں، مکمل ادراک (وژن) نہ ہونے اور مؤثر حکمت عملی سے تہی دامن ہونے کی وجہ سے اس کے اثرات صحیح طور پر مرتب نہیں ہورہے ہیں، مسلم ممالک کی تنظیموں، اداروں اور تحریکوں کے میڈیا سے متعلق افراد کے نیٹ ورک کو منظّم اور مربوط کرنے کی اشد ضرورت ہے جس کے لیے انٹرنیشنل میڈیا کانفرنس کا انعقاد کیا جائے، اگر عالم اسلام کی ''میڈیا کانفرنس'' کا انعقاد ایک تسلسل سے ہو تو نہ صرف میڈیا کے میدان میں پیش رفت کا جائزہ لیا جاسکتا ہے بلکہ درپیش چیلنجوں کے لیے مؤثر حکمت عملی بھی تشکیل دی جاسکے گی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں الیکٹرانک میڈیا او رانٹرنیٹ کی ٹکنالوجی پھیلنے سے مطالعے کا رجحان کم ہوگیا ہے، اب لوگ ٹی وی چینلوں اور انٹرنیٹ کے ذریعے معلومات اور تفریح حاصل کرتے ہیں، ہندوستان سمیت مسلم دنیا کے لیے ناگزیر ہے کہ جدید ٹکنالوجی کے ذریعہ دنیا بھر میں اسلام کے حقیقی پیغام کو عام کریں، اس مقصد کے حصول کے لیے جدید خطوط پر پروگراموں کی تیاری کے لیے ''پروڈکشن ہاؤس'' بنانے چاہئے، اس کی ایک کامیاب مثال Peace TV کی ہے، جہاں سے نشر ہونے والے پروگرام ہندوستان سمیت دنیا بھر میں بڑے پیمانے پر پھیل چکے ہیں، مختلف ممالک میں ایسے ٹی وی چینلوں کو قائم کرنے کی طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے جو معاشرے کی تعلیم وتربیت اور شعور وآگہی کو پروان چڑھا سکیں۔

اسلامی دنیا میں میڈیا سے وابستہ افراد کی فنی تربیت اور میڈیا کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ایسے معیاری 'میڈیا انسٹی ٹیوٹ' قائم کرنے کی بھی ضرورت ہے جو ایسے افراد تیار کرسکیں جو اسلامی تہذیب وثقافت کو پروان چڑھانے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

امریکہ اور یورپ میں الیکٹرانک میڈیا کے میدان میں جدید ٹکنالوجی کا استعمال بڑھتا جارہا ہے، اب تو امریکہ اور یورپ میں شہروں کی سطح پر حکومت اور این جی اوز کی سرپرستی میں پبلک براڈ کاسٹنگ سنٹر بنائے جارہے ہیں، ان ٹریننگ سنٹروں میں میڈیا سے دلچسپی رکھنے والے افراد کو اینکر پرسنز، پروڈیوسرز، اسکرپٹ رائٹرز اور کیمرہ اور ایڈیٹنگ کی تربیت دی جاتی ہے، اس تناظر میں ہندوستان سمیت مسلم ممالک میں بھی ایسے پبلک براڈ کاسٹنگ سنٹرز کا قیام ضروری ہے، ان نشری تربیتی مراکز سے بہترین اینکر پرسنز، پروڈیوسر اور دیگر باصلاحیت افراد تیار کئے جاسکتے ہیں جو مسلم دنیا میں گہرے شعور وادراک کے فروغ کے لیے کام کرسکیں۔

مغربی میڈیا کی جدید ٹکنالوجی کے جواب میں اگرچہ عالم اسلام میں بھرپور پیش رفت نہیں ہوسکی ہے لیکن سعودی عرب، کویت، قطر اور ترکی نے میڈیا کے میدان میں پیش رفت کی ہے، انٹرنیٹ اور ٹی وی چینلوں کے ذریعے اسلام کی دعوت احسن انداز میں پیش کی جارہی ہے، تاہم مسلم ممالک میں جدید میڈیا ٹکنالوجی سے ابھی تک خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا جاسکا، الیکٹرانک میڈیا کے میدان میں پیش رفت کے لیے مؤثر اور جامع حکمت عملی کی ضرورت ہے، اسلامی تحریکیں، میڈیا ادارے اور مسلم تنظیمیں ہر سطح پر اس کے لیے بھرپور کردار ادا کرسکتے ہیں، مسلم دنیا اگر مجوزہ سفارشات او رخطوط پر منظّم اور احسن انداز میں اقدامات اٹھائے تو امت مسلمہ میڈیا کے محاذ پر درپیش چیلنج کا بھرپور اور مؤثر جواب دے سکے گی۔

❁❁❁❁

دعوت دین

دعوت الی اللہ ایک اہم فریضہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۱۸؍فروری ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا تھا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

مدد اور تعاون کے بھی ضابطے ہیں:

عزیز دوستو اور دینی بھائیو! اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کی تخلیق کی، انسانوں کو بنایا اور ساری چیزیں انسانوں کے لیے بنائیں اور پھر آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے کے لیے، مدد کرنے کے لیے ہدایت فرمائی کہ دنیا میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ اچھے کاموں میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنی ہے، اور برے کاموں میں مدد نہیں کرنی ہے، اسی لیے "امر بالمعروف اور نهى عن المنكر" بھی ایک قسم کی مدد اور تعاون ہے، اور دعوت الی اللہ بھی مدد ہی ہے، اس اعتبار سے مدد کرنے کے لیے، ایک دوسرے کا تعاون کرنے کے لیے اللہ تعالی نے اصول اور ضابطے متعین فرمائے ہیں کہ کس طرح مدد کی جائے اور کن چیزوں میں کی جاوے، اس موضوع پر پچھلے ہفتہ مختصر بات ہوئی تھی۔

دعوت کس کو کہتے ہیں؟

آج ہم دعوت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں، دعوت کہتے ہیں بلانے کو، جیسے دعوت کھانے کی ہوتی ہے، اس میں بھی بلایا جاتا ہے، پہلے دعوت دی جاتی ہے، اطلاع دی جاتی ہے کہ آج بھائی ہمارے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپ کو کھانا ہے دوپہر کو یا شام کو یا کل شام کو، تو اطلاع دی جاتی ہے، بلایا جاتا ہے کھانے پر، اس کو بھی دعوت کہتے ہیں اور ایک دعوت یہ ہے جو لوگوں کو دی جاتی ہے دین کے لیے، اللہ کی رضا کے لیے اور اپنی زندگی کو بنانے کے لیے، تو دعوت کے کچھ اصول ہیں، دعوت کے کچھ ضابطے ہیں، کیونکہ کھانے کی دعوت کے بھی کچھ اصول اور ضابطے ہوتے ہیں، اور یہ دین کی دعوت ہے، اللہ کی طرف بلانے کی دعوت ہے، بھلے کاموں کی ترغیب دینے کی دعوت ہے اچھے کاموں کی طرف بلانے کی دعوت ہے، اس کے بھی کچھ اصول اور ضابطے ہوتے ہیں۔

دینی دعوت کے لیے ایک جماعت ہر وقت ہونی چاہئے:

اس لیے اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم کی ایک آیت میں فرمایا کہ "ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر" کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے کہ وہ اللہ کی طرف بلاتی رہے، اللہ کی طرف دعوت دیتی رہے، خیر کی طرف بلاتی رہے، بھلے کاموں کا حکم دیتی رہے، اور برے کاموں سے روکتی رہے، ایک جماعت ہر وقت پورے سال کے بارہ مہینوں میں اور ہر مہینہ کے جتنے دن ہیں، ہر دن کے ۲۴ر گھنٹوں میں ہر وقت، ہر لمحہ، ایک جماعت پوری امت میں، پوری دنیا میں ہونی چاہئے، یہ ضروری ہے، اگر سارا علاقہ اور سارا گاؤں، اور گاؤں کے سارے لوگ، محلّہ کے سارے لوگ، اس دعوت کو کسی بھی لمحہ میں چھوڑیں گے، چوبیس گھنٹے کے اندر یا سال کے اندر، یا کسی بھی وقت کے اندر، تو زندگی کے اندر ایسا خلا اور نقص پیدا ہوگا کہ جس کی تلافی نہیں کی جاسکتی، اس کو پورا نہیں کیا جاسکتا، اس لیے لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا کا سبب بن جاتی ہے، تھوڑی دیر غفلت کی، پھر اس کا نقصان اٹھانا

پڑا، اگر کسی کو مثال کے طور پر سانپ کاٹ لے، اور فوراً ڈاکٹر کے یہاں نہ لے جائیں، تو وہ مرجائے گا، ایسے ہی کوئی خطرناک بیماری ہوجاوے، تو فوراً اس کو انجکشن یا دوا نہ دی جائے تو کیا ہوگا؟ وہ انسان مرجائے گا، ہلاک ہوجائے گا، ایسے ہی دینی زندگی کے اندر، دینی کاموں کے اندر، دعوت انسان کی ایک ضرورت ہے، جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ تعاون ہر انسان کی ضرورت ہے، اسی طرح دعوت بھی ہر انسان کی ضرورت ہے، اچھائیوں کی طرف بلانا، اور برے کاموں سے روکنا، یہ بھی انسان کی ضرورت ہے، جیسا کہ ہمارا کھانا، پینا، سونا جاگنا، ہماری زندگی کی ضرورت ہے، اسی طریقہ سے دعوت بھی ہمارا ایک فریضہ اور ایک ضرورت ہے۔

اس میں بعض مرتبہ غفلتیں ہوجایا کرتی ہیں، غفلت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ آدمی اپنا عمل ٹھیک کرتا ہے، مثلاً نماز پانچوں وقت کی پڑھ رہا ہے، کسی کو برا بھلا نہیں کہتا، کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا؛ لیکن برابر میں جو اس کا پڑوسی ہے، وہ غلط کام کرتا ہے، مثلاً نماز نہیں پڑھتا ہے، دوسروں کو تکلیف دیتا ہے اور آپ اس کو روکتے نہیں ہیں، تو یہ نماز آپ کی اس وقت کام نہیں آئے گی۔

بنی اسرائیل کے لوگوں پر اللہ کا عذاب:

قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے تین طرح کے لوگوں کا واقعہ مذکور ہے، جن پر اللہ تعالی کا عذاب آیا، تو دو طرح کے لوگ ہلاک ہوئے، صرف ایک جماعت بچی، جب اللہ کی طرف سے عذاب آیا، تو کچھ لوگ ایسے تھے، جو بھلے کام کرتے تھے، نمازیں پڑھتے تھے، اچھے کام کرتے تھے اور اچھائیوں کا حکم دیتے تھے، اور برائیوں سے باز رہتے تھے، خود بھی اچھے تھے اور دوسروں کو بھی اچھا بنانے کی فکر میں لگے رہتے تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے جو خود تو اچھے تھے؛ لیکن ان کو دوسروں کی فکر نہیں تھی، وہ کہتے تھے کہ بھائی، ہمارا کام صحیح ہونا چاہئے، انہوں نے دوسروں کو اچھائیوں کی دعوت نہیں دی اور نہ لوگوں کو برائیوں سے روکا، اور تیسری جماعت ایسی تھی جو نہ خود صحیح تھے اور نہ دوسروں کو صحیح کرنے کی کوشش کرتے تھے، خراب تھے اور خراب ماحول میں رہتے تھے، اللہ کی طرف سے عذاب آیا تو جو خراب لوگ تھے، وہ تو اللہ کے عذاب کے شکار ہوئے، اور ان کا ستیاناس ہوگیا؛ لیکن جو خود اچھے تھے، خود نمازیں پڑھتے تھے اور خود اللہ کی عبادت کرتے تھے مگر دوسروں کو کبھی بھی برائی سے نہ روکتے تھے، برے کاموں سے نہ روکتے تھے، غلط کاموں سے نہیں روکتے تھے، بلکہ کہتے تھے کہ بھائی ہم خود ٹھیک ہیں، وہ بھی اللہ کے عذاب کے شکار ہوگئے اور صرف وہ لوگ بچے جو خود اچھے تھے اور دوسروں کو اچھائیوں کی طرف بلاتے تھے، بھلے کاموں کی دعوت دیتے تھے، اللہ کا نظام ایسا ہے، اس دین کے کام میں، دعوت کے کام میں، جو خود بھی صحیح رہے گا، اور دوسروں کی بھی فکر کرے گا، تو سمجھئے کہ وہ کامیاب ہیں اور مزے میں ہیں، اور جو اپنی فکر میں ہیں، دوسروں کی انہیں فکر نہیں، تو وہ ہر وقت خطرے میں ہیں۔

انسان ہر وقت خطرہ میں ہے:

انسان ہر وقت خطرہ میں ہے، خسارہ میں ہے "والعصر، ان الانسان لفی خسر" اللہ تعالی زمانہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ قسم ہے زمانے کی، پوری انسانیت، پوری دنیا کے انسان خسارے میں ہیں، خطرہ میں ہیں "إلا الذین آمنوا وعملوا الصالحات" مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، وہ خطرے سے باہر ہیں "وتواصو بالحق" اور آپس میں ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے "وتواصوا بالصبر" اور صبر کی دعوت دیتے رہے، حق کی تلقین کرتے رہے، اور حق کی تلقین کرنے میں راستہ میں جو روڑے اور کانٹے آتے ہیں، ان کو وہ پھول سمجھ کر برداشت کرتے ہیں اور صبر کرتے ہیں، تو جو لوگ ایسے ہیں، وہ خسارے میں نہیں ہیں، اللہ تعالی نے ان کا استثناء کیا ہے۔

اچھائیوں کا حکم دینا بھی تعاون کی ایک شکل ہے:

عزیزو اور دوستو! اسی لیے اللہ نے قرآن کریم کے اندر فرمایا کہ ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو اچھائیوں کا حکم دے، اور برائیوں سے روکے، تو یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی تعاون کی ایک قسم ہے،

تعاون کی ایک شکل ہے جیسا کہ ابھی بتلایا تھا، کہ بھائی میرا بھلا ہو رہا ہے، تو تیرا بھی بھلا ہو جاوے، میں نماز پڑھ رہا ہوں، تو بھی نماز پڑھ لے، میں زکوٰۃ دے رہا ہوں تو تو بھی زکوٰۃ دیدے، میں روزہ رکھ رہا ہوں تو تو بھی روزہ رکھ لے، دیکھو میں اچھا کام کر رہا ہوں تو بھی اچھا کام کر لے، میں غریبوں کی مدد کرتا ہوں تو بھی غریبوں کی مدد کر، میں دین کے راستہ میں کام کرتا ہوں تو بھی دین کے راستہ میں کام کر، یہ تعاون ہونا چاہئے، اسی لیے دین کی طرف بلانا بھی تعاون کی ایک شکل ہے۔

دعوت کا کیسا انداز ہونا چاهئے:

دعوت میں بعض مرتبہ انسان کا انداز الگ ہوتا ہے، آپ نے کسی کو دین کی دعوت دی، مگر ڈھنگ آپ کا اچھا نہیں، طریقہ آپ کا اچھا نہیں، تو آپ کی دعوت اثر نہیں کرے گی، وہ دعوت آپ کی فائدہ نہیں پہنچائے گی، اسی لیے قرآن کریم میں اللہ نے اس کے اصول بتائیں ہیں "أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة الآية" کہ تم اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو، لوگوں کو، ساری انسانیت کو، اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی، غیر مسلموں کو بھی اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو، اور رب کا راستہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو، اللہ کے رسول کو مانو، نمازیں پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، برے کاموں سے رکو، اچھے کاموں کے کرنے کی دعوت دو، تو دوستو! دعوت دینے میں کبھی ہم سے کوتاہی ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ کہیں ہم نے جمعہ پڑھا، جمعہ کے بعد لوگ کیا کرتے ہیں؟ بغیر سنت پڑھے نکل جاتے ہیں، امام صاحب نے سلام پھیرا، دعا کی، نوجوان بڑے، بوڑھے کچھ پرانے کچھ نئے، وہ مسجد سے نکل کر باہر ہو جاتے ہیں، انہیں نمازیوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر دھمکی آمیز انداز میں کہتا ہے کہ بھائیو! سنتیں پڑھ لو، کہاں جاکے پڑھوگے، گھروں میں مصلیٰ بچھا رکھا ہے، تو یہ انداز داعیانہ نہیں حاکمانہ ہے، اپنے حساب سے اس نے بتایا کہ نماز کے بعد سنت بھی ضروری ہیں، لیکن کہنے کا انداز کیسا ہے، صحیح نہیں، کوئی رکے گا؟ کوئی نہیں رکے گا، اسی طرح اذان ہو رہی ہے اور ہم مسجد جا رہے ہیں، ایک صاحب راستے میں ملے اور ہم نے اسے کہا ارے کہاں جا رہے ہو، اذان نہیں سنی، اذان ہو رہی ہے، اسی طرح کوئی آدمی دوکان پر چائے پی رہا ہے، یا ٹی وی دیکھ رہا ہے اور کسی کام میں مشغول ہے، تو آپ اس کو جھڑک کر کہیں، ارے اذان نہیں سنی تم نے، یہیں بیٹھے رہوگے، تو اس کا کیا اثر ہوگا کچھ بھی نہیں، اس سے ہٹ دھرمی پیدا ہوگی، بات نہیں مانے گا۔

حکمت سے دعوت دی جائے:

"أدع إلى سبيل ربك بالحكمة" قرآن کہہ رہا ہے کہ تم حکمت سے اس کو بلاؤ، نماز، زکوٰۃ، حج کی طرف بلانا، اللہ کے دین کی طرف بلانا حکمت کیساتھ ہو تو اثر ہوگا، جمعہ کی نماز کے بعد یا پہلے آپ کھڑے ہو کر کہیں کہ بھائی جمعہ کی نماز کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں پڑھتے تھے، اور نماز کے بعد سنتیں ضروری ہیں، اگر سنت نہیں پڑھیں گے تو سنت کے چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار رہوں گے، ان میں سے آدھے رک جائیں گے، اگر دس باہر جا رہے ہیں تو ان میں سے پانچ تو رک ہی جاویں گے اور اگر پہلے انداز میں آپ کہیں، تو ایک بھی نہیں رکے گا، آپ نے بہترین انداز میں دعوت دی، تو اس میں سے کچھ رک جائیں گے، کوئی کھیت جا رہا تھا، آپ نے کہا کہ بھائی اذان ہو رہی ہے، اذان سن کر پھر کھیت میں جانا، یا بازار جانا صحیح نہیں، نماز پڑھ لو تب جانا، ورنہ گنہگار ہوگے، اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے، بہترین انداز سے دعوت دو، محبت سے بلاؤ، تب دیکھو کہ تمہاری بات اثر کرتی ہے یا نہیں، گھر میں جب کوئی بچہ ناراض ہو جاتا ہے، تو کیسے بات کرتے ہیں، کھانا نہیں کھاتا، تو امی کیا کہتی ہیں کہ کھالو بیٹا، پیار سے کہتی ہیں، ابو بھی کہتے ہیں کہ کھالو بھائی، بھوکے مر جاؤ گے، ایسے تکلیف ہوگی تو پیار سے کہنے کی وجہ سے وہ روتا ہوا بچہ مان جاتا ہے، تو پیار اور محبت ایسی چیز ہے کہ پتھر کو بھی موم بنا دیتی ہے، تو جب دعوت حکمت کیساتھ دی جائے گی اور اس انداز سے دی جائے گی کہ کہاں نرمی سے پیش آنا ہے اور کہاں سختی سے، تو اس میں تاثیر ہوگی۔

حضور کی دعوت ونصیحت کا انداز:

اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "علموا الصبی الصلاۃ ابن سبع سنین واضربوہ علیھا ابن عشر" کہ جب بچہ سات سال کا ہوجائے، تو اس کو نماز سیکھاؤ، اپنے ساتھ مسجد میں لے جاؤ اور جب دس سال کا ہوجاوے تو چھڑی لگاؤ، اس لیے کہ آپ کا بیٹا ہے، وہاں چھڑی کی ضرورت پڑے گی، تبھی تو آپ سے ڈرے گا، وہاں پر چھڑی کا حکم ہے، مگر عام لوگوں کو چھڑی کا حکم نہیں ہے، بلکہ وہاں تو پیار سے بلائیں گے، گفتگو کا انداز بدلنا پڑے گا، صحابہ کرام کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتے تھے اور دیکھتے تھے کہ کوئی گڑبڑی ہورہی ہے، تو یہ نہیں کہتے تھے کہ تم ایسا کرتے ہو، صحیح ہوجاؤ نہیں بلکہ آپ کا انداز یہ تھا کہ "مابال أقوام یقولون کذاو کذا" کہ بھائی لوگوں کو کیا ہوگیا کہ ایسا کہتے ہیں ویسا کرتے ہیں، کسی کا نام لے کر بیان نہیں کرتے تھے، بلکہ مطلق فرماتے تھے کہ بھائیو! تم کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسا کر رہے ہو، جو اس غلطی میں ملوث ہوتے وہ سمجھ جاتے تھے، نصیحت اور دعوت کا انداز ایسا ہونا چاہئے، اب اس سے آدمی قریب ہوگا یا دور ہوگا، اگر ہم نے بھرے مجمع میں کسی کو ذلیل کردیا کہ تم نے فجر کی نماز نہیں پڑھی، کہاں تھے، تو سب لوگ اس کی طرف دیکھیں گے اور اس کی توہین ہوگی، ایک تو اس کو تکلیف ہوگی اور دوسرے اس میں ہٹ دھرمی اور ضد پیدا ہوگی اور اگر ہم چپکے سے، الگ لے جاکر کہیں گے کہ بھائی آج فجر میں آپ نظر نہیں آئے، خیریت بھی ہے، کیا بات ہے؟ اللہ ناراض ہوتے ہیں نماز چھوڑنے سے، اور ایک نماز چھوڑنے سے ایک کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جہنم میں جلنا پڑے گا، اور اللہ تعالی بہت ناراض ہوتے ہیں، ایسے پیار سے سمجھائیں گے، تو اس کی سمجھ میں بات آجائیگی، بالکل سمجھ میں آئے گی؛ لیکن اگر آپ دوسرے انداز سے ڈانٹ کر کہیں گے کہ بتاؤ آج فجر میں تم کہاں تھے؟ تو کیا ہوگا، تو وہ مانے گا نہیں، بلکہ آپ سے لڑنے کے لیے تیار ہوجائے گا، اگر حکمت کیساتھ دعوت دیں گے تو انشاء اللہ بات اثر کرے گی، ہم دعوت تو دیتے ہیں، جذبہ سب کے اندر ہے، مگر انداز الگ الگ ہے، اگر کوئی داڑھی کاٹ رہا ہے، تو اس کو ہم سمجھائیں کہ دیکھو بھائی داڑھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور سنت کی مخالفت کرنا گناہ ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جزوا الشوارب وأرخوا اللحی خالفوا المجوس" مونچھوں کو کٹاؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ، مجوس کی مخالفت کرو، اس طرح اگر آپ دعوت دیں گے، تو سب کی سمجھ میں آجائے گی؛ لیکن اگر آپ یوں کہیں کہ داڑھی کٹواتے ہو، شرم نہیں آتی، تم کیسے مسلمان ہو، تو کیا ہوگا، آپ کی بات کا کچھ اثر نہیں ہوگا، مگر پیار سے سمجھاؤ گے کہ داڑھی رکھنا سنت ہے، تمام انبیاء کی سنت ہے، تمام بزرگوں اور اسلاف کی سنت ہے اور مسلمانوں کا شعار ہے، تمام مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے، اور اللہ کی خوشنودی اور رضا مندی کا ذریعہ ہے، تو وہ بالکل آپ کی بات مانے گا، ایسے ہی کوئی نماز نہیں پڑھتا ہے، تو آپ اس کو یوں سمجھائیں کہ دیکھو بھائی اللہ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی، اگر ان کو نہیں پڑھو گے، تو اللہ ناراض ہوں گے، اور ایک وقت کی نماز چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے، بالکل اس کی سمجھ میں بات آجائے گی۔

ہدایت دینا اللہ کا کام ہے:

ہدایت دینا اللہ کا کام ہے، اپنا کام دعوت دینا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میرے کان میں کلمہ پڑھ دو "لا الہ اللہ محمد رسول اللہ" تو ابوطالب نے کہا کہ کیسے کہوں، قریش کہیں گے کہ بھتیجے کے کہنے سے اپنا دین بدل دیا، بھتیجے یہ نہیں ہوسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی ہے، کہ اے محمد! ہدایت دینا تیرا کام نہیں ہے، تیرا کام دعوت دینا ہے اور ہدایت دینا میرا کام ہے "انک لاتھدی من أحببت" جس کو تو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا "ولکن اللہ یھدی من یشاء" لیکن ہدایت اللہ جس کو چاہے گا دے گا، ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ میرے کہنے سے یہ فوراً نمازی بن جائے، میرے کہنے سے یہ فوراً داڑھی رکھ لے، میرے کہنے سے یہ زکوۃ

دینے لگے، اپنا کام تو دعوت دینا ہے اور دعا کرنا ہے، کہ اے اللہ فلاں نماز نہیں پڑھتا ہے، اس کو تو توفیق دیدے، اس کے دل میں دین کی محبت ڈال دے، تم دعوت بھی دو، اور دعا بھی کرو، انشاء اللہ اس کا دل دین کی طرف مائل ہوگا، اے اللہ میرا فلاں بھائی، میرا بھتیجا، بھانجہ، میرے ماموں کا لڑکا، کسی کا بھی رشتہ دار، یا میرے پڑوس کا، میرا دوست غلط کام کرتا ہے، اللہ اسے ہدایت دیدے اور وہ غلط کام چھوڑ دے، انشاء اللہ آپ کی بات کے اندر تاثیر ہوگی، حکمت کا مطلب یہی ہے کہ آپ اس کو دین کی طرف بلانے میں جتنا اچھا طریقہ اختیار کرسکیں وہ اختیار کیجئے، کسی سے اپنا کام نکالنے کے لیے کتنی باتیں بنانی پڑتی ہیں، کہ کس تدبیر سے کام نکل سکتا ہے، تو اپنے ساتھی کو دین کی طرف بلانے کے لیے، کس تدبیر سے بلا سکتے ہیں، وہی تدبیر اپنانی چاہئے اور وہ تدبیر محبت ہے، اگر محبت اور پیار سے دعوت دی جائے گی اور سچے دل سے، تو زبان کے اندر تاثیر ہوگی اور ضرور وہ دعوت کامیاب رہے گی، اور آپ کی بات کا اثر اس کے دل پر ہوگا اور وہ قبول کرے گا۔

حکمت سے دعوت کا ایک واقعہ:

ایک واقعہ ہے ریڑھی کے مدرسہ کا، وہاں میرے والد صاحب ریاضی کے مدرس ہوئے، تقرر کے وقت طرفین سے کچھ شرطیں لگائی جاتی ہیں کہ آپ کی یہ ذمہ داری ہے، یا میں یہ کروں گا، بھائی کہیں بھی ملازمت اختیار کی جائے تو اس کی کچھ شرطیں ہوتی ہیں، والد صاحب کو مدرسہ میں مدرس رکھا تھا، چونکہ وہ ماسٹر تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ دیکھئے میں آپ کے مدرسہ میں پڑھاؤں گا، مگر میں داڑھی کٹاؤنگا، مدرسہ میں ایک استاذ مولانا اصغر صاحب ذمہ داروں میں سے تھے، جو آج کل شیخ الحدیث ہیں، تو انہوں نے کہا کہ بھائی اگر تم دن میں دس مرتبہ بھی کٹاؤ گے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، ہمیں تو آپ سے ریاضی پڑھوانا ہے، یہ انداز دیکھئے تربیت کا، اگر یہ انداز نہ ہوتا اور کہا جاتا کہ تم داڑھی رکھو تبھی تمہیں ملازمت ملے گی، تو نہ وہ مانتے اور نہ ہی مدرسہ والے مانتے تو وہ ملازم نہ ہوتے اور ان کی اصلاح نہ ہوتی، تو ماحول کا اثر ہوتا ہے، تو والد صاحب خود فرماتے ہیں کہ میں اسی دن سے عہد کرلیا کہ اب داڑھی نہیں کٹاؤں گا، یہ ہوتا ہے کہنے کا انداز، جب سچے دل سے دعوت دی جائے، تو اس کا اثر ہوتا ہے اور بات بھی مؤثر ہوتی ہے، بالکل اثر ہوتا ہے اگر سچائی کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوکر دعوت دی جائے، یہ والد صاحب کا خود بیان کیا ہوا واقعہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی سچائی کا واقعہ:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا، بچوں نے سنا ہوگا، اور بڑوں نے بھی سنا ہوگا، کہ ایک مرتبہ وہ سفر پر جارہے تھے، چوروں نے، ڈاکوؤں نے ان کے قافلے کو لوٹ لیا، کیونکہ اس زمانے میں ڈاکو اور چور ہوا کرتے تھے، جب تلاشی لی گئی تو تلاشی لینے کے بعد جو کچھ ان لوگوں کے پاس تھا سب لوٹ لیا، جب شیخ کا نمبر آیا تو چوروں نے کہا کہ بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟-ان کی ماں نے کہا تھا کہ بیٹا کبھی جھوٹ مت بولنا- تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں، انہوں نے کہا کہ کہاں ہے، تو آپ نے جواب دیا کہ یہاں میری واسکٹ میں ہے اور میری امی نے یہاں سی رکھی ہیں، ڈاکو بہت متعجب ہوئے اور حیرت میں پڑ گئے کہ کیا چکر ہے، ہمارے سامنے تو سب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں، تو ڈاکو اپنے سردار کے پاس انہیں لے گئے اور وہ کہنے لگے کہ بھائی یہ بچہ بہت ہی عجیب ہے، جب کھول کر دیکھا گیا تو واقعی چالیس اشرفیاں نکلیں، اس زمانہ کے چالیس ہزار، تو ڈاکوؤں کا جو سردار تھا اس نے پوچھا کہ بھائی ہم سب کی جیب کی تلاشی لیتے ہیں اور سب جھوٹ بولتے ہیں، چھپاتے ہیں، اور ہم سب کو ٹھگ لیتے ہیں اور لوٹ لیتے ہیں؛ لیکن تم خود ہی بتلا رہے ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ دیکھئے سچی بات یہ ہے کہ میری امی نے کہا تھا کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا، اس بات کا اثر ان ڈاکوؤں پر بہت ہوا کہ اچھا تو اپنی امی کا کہنا مان رہا ہے اور ہم لوگ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، اس کا بھی کہنا نہیں مان رہے ہیں، اسی دن سے سارے

ڈاکوؤں نے توبہ کرلی اور یہ عہد کرلیا کہ انشاء اللہ اب زندگی میں کسی کو پریشان نہیں کریں گے، اور نہ ہی کسی کو لوٹیں گے، اور جن کا مال لوٹ لیا تھا، سب کا واپس کردیا، بات اثر کرتی ہے اس طریقے سے جب دل کے اندر سچائی ہو، دل کے اندر تڑپ ہو، تو یقیناً اثر کرتی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ جب ہندوستان تشریف لائے اور یہاں لوگوں کو دین کی دعوت دینی شروع کی تو خود انہوں نے اپنے عمل سے کرکے دکھلایا، لوگوں نے دیکھ دیکھ کر کلمہ پڑھا اور لوگ اس پر عمل پیرا ہوگئے، کہنے کا منشاء یہ ہے کہ ہمارا اندروں، ہمارا چال چلن، ہمارا کردار مؤثر ہو، اور ہماری بات میں تاثیر ہو۔

دعوت میں طریقہ بھی عمدہ اختیار کیا جائے:

"أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة"

حکمت کے ساتھ ساتھ دعوت میں طریقہ بھی اچھا اختیار کیجئے، تو انشاء اللہ دعوت قبول ہوگی اور دعوت دیجئے عمدہ طریقے سے، نصیحت کیجئے اچھے انداز سے، دعوت دینے کے لیے کسی کے گھر پر جائیے، تو بے تکامت بولیئے بلکہ اگر مخاطب ڈاکٹر ہے، تو ڈاکٹر کی مثال دے کر سمجھائیے کہ دیکھئے اللہ نے آپ کو پیدا کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے، اس طرح کی بات بولیئے اور کھیتی کرنے والے کے پاس گئے، اس کو کھیتی کی مثال دے کر سمجھائیے کہ کھیت میں ہل جوتتے ہیں، پھر بیج ڈالتے ہیں، اللہ تعالی اس کو اگاتا ہے اور ہم گیہوں بوتے ہیں، تو گیہوں ہی کاٹتے ہیں، سرسو بوتے ہیں تو سرسو ہی کاٹتے ہیں اور اگر ہم مکئی بوتے ہیں تو مکئی ہی کاٹتے ہیں، کیا کبھی آپ کے ساتھ ایسا بھی ہوا ہے چودھری صاحب! کہ سرسو بوکر گیہوں کاٹی ہو، اور گیہوں بوکر سرسو کاٹی ہو؛ لیکن اگر تم ایک کسان کے سامنے ڈاکٹر کی بات کرو، تو اس کے سمجھ میں آئے گی؟ نہیں آئے گی، تو ہمیں دیکھنا ہے کہ جس کو ہم دعوت دے رہیں وہ کیسا ہے، اگر پڑھا لکھا ہے، مولانا صاحب ہے، قاری صاحب ہے، تو اسی انداز سے دعوت دی جاوے گی کہ دیکھو قاری صاحب آپ ہم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں، مگر پھر بھی اللہ کے واسطے آئے ہیں، اللہ کی بات کرنے آئے ہیں، کہ ہم نے فلاں مولانا صاحب سے یہ سنا تھا کہ یہ بات سب تک پہنچادیں، یہ عمل کیجئے، اس میں برکت ہے، اس انداز سے بات کی جائے، اگر مولانا صاحب کے پاس جاکر دوسرے انداز سے گفتگو کریں گے تو آپ کی بات کے اندر تاثیر نہیں ہوگی۔

اسی طریقہ سے آپ انجینئر صاحب کے پاس جائیں، تو اس کی مثال دے کر سمجھائیے تاکہ اس کی سمجھ میں آجائے، غرضیکہ جس آدمی کے پاس بھی آپ اپنی دعوت لے کر جاویں، اس کو اسی انداز میں سمجھائیں تاکہ بات کا اثر ہو، کسان ہے تو کسان والی مثال دیجئے، ڈاکٹر صاحب ہے تو ڈاکٹر والی مثال دیجئے، انجینئر صاحب ہے تو انجینئر والی مثال دیجئے اور اگر بزنس کرنے والا ہے تو دوکان کی مثال دیجئے کہ بھائی کم یا زیادہ کرکے ناپنے سے اللہ نے منع کیا ہے، اور اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے، اس کو اس انداز سے سمجھائے، اسی طریقہ سے اگر ڈرائیور ہے، گاڑی چلانے والا ہے، تو اس کو دوسرے انداز سے سمجھائیے کہ دیکھو اگر آپ ڈرائیورنگ کررہے ہیں، اور ادھر ادھر دیکھیں گے، تو گاڑی لڑ جائے گی، تو جس انداز کا آدمی ہے، اسی انداز سے گفتگو کرنی ہوگی، اگر وہ انگریزی جانتا ہے تو انگریزی میں بات کریں گے، اگر وہ ہندی جانتا ہے تو ہندی میں بات کریں گے، اردو جانتا ہے تو اردو میں بات کریں گے، وہ جس ماحول کا ہوگا، اگر وہ شہری ہے تو شہری مثال دیں گے اور اگر دیہاتی ماحول کا ہے تو دیہاتی مثال دیں گے، اسی انداز سے اس کو سمجھائیں گے، تو ہماری بات میں تاثیر ہوگی، موعظت حسنہ کا مطلب یہی ہے کہ عمدہ طریقہ سے محنت کرنی ہے، اس طرح یہ دو باتیں ہوگئیں، کس طریقہ سے ہمیں دعوت دینی ہے، حکمت کیساتھ، آپ نے جو بات سنی، جو باتیں ہوئی ہیں، ان سب کو جاکر اپنے گھر والوں کو، اپنے دوستوں کو بتادیں، کیسے حکمت کے ساتھ، اور موعظت حسنہ کا مطلب ہے کہ اچھے طریقہ سے، عمدہ طریقہ سے، اچھے انداز سے، عمدہ انداز میں مثال دے کر بتادیں۔

بحث ومباحثہ میں بھی اچھا طریقہ اختیار کیاجائے:

"وجادلھم بالتی ھی احسن" لیکن اگر مناظرہ کی، بحث ومباحثہ کی ضرورت پڑجائے، تو بھی اجازت ہے، شریعت میں حکم نہیں ہے، بلکہ اگر بحث ومباحثہ ہوجائے، تو بہتر یہ ہے کہ "خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاھلین" کہ عفوودرگزر سے کام لیجئے، اچھائی کاحکم دیجئے اور جاہل لوگوں سے اعراض کیجئے، اچھی چیز کو لے لیجئے اور اچھائی کا حکم دیجئے، تو اگر دیکھیں کہ سامنے والا آپ کی بات ماننے کو تیارنہیں ہے، آپ نے پیار سے بھی سمجھایا ہے، نرمی سے بھی، گرمی سے بھی سمجھایا، مگر وہ آپ کی بات ماننے کو تیارنہیں، پھراس سے اڑیئے مت، بلکہ اس سے اعراض کیجئے، قرآن کریم میں ایسی بات کرنے والے کو جاہل قرار دیا گیا ہے، ہمارے اورآپ کے ماحول میں جاہل اسے کہتے ہیں، جس کو پتہ نہیں، جونہ جانتا ہو، جس کوعلم نہ ہو، لیکن قرآن نے اس کو بھی جاہل کہا ہے جو بات پر اڑا رہے، بات کو مانتا ہی نہ ہو، دوسری جگہ فرمایا کہ "واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما" اللہ کے بندے، رحمان کے بندے، زمین پر نرمی کے ساتھ چلتے ہیں، اکڑکر نہیں چلتے اور جب جاہلوں سے ان کا واسطہ پڑتا ہے تو چپکے سے سلام کرکے نکل جاتے ہیں، جھگڑا نہیں کرتے، رکارولا نہیں کرتے، بے جا زور سے چنگھاڑ چنگھاڑ کرنہیں بولتے کیونکہ "واقصد فی مشیك واغضض من صوتك" اپنی چال میں اعتدال رکھتے ہیں اوراپنی آواز کو پست کرتے ہیں کیونکہ "ان انکرالاصوات لصوت الحمیر" بری آواز گدھے کی آواز ہے، جب بولتے ہیں تو نرمی کے ساتھ بولتے ہیں، زیادہ زور سے نہیں بولتے اورزمین پر چلتے ہیں تو اکڑکرنہیں چلتے، اس لیے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا "لاتمش فی الارض مرحاً" کہ زمین پر اکڑکر مت چلو "انك لن تخرق الأرض ولن تبلغ الجبال طولًا" نہ ہی تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو، اورنہ ہی تم پہاڑوں کے برابر ہوسکتے ہو، اس لیے نرمی کے ساتھ چلو، قرآن کریم میں یہ دعوت دی جارہی ہے، اس انداز سے، اس طریقہ سے ہم سمجھائیں گے۔

پھرانشاءاللہ اسکے اندرتاثیر پیدا ہوگی، اوراگرایسے لوگوں سے واسطہ پڑجاوے جو بات کو سمجھتے نہ ہوں، تو سلامتی کے ساتھ گذرجاؤ، اور دادا گری مت دکھلاؤ، تواضع کے ساتھ "وماتواضع احد للّٰہ الارفعہ اللّٰہ" جواللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اورعاجزی سے رہے گا، اللہ اس کو بلند کرے گا، اوراس کے درجات کو بلند کرے گا اوراس کی بات میں تاثیر پیدا کرے گا، تواگرایسے مواقع پڑجائیں، اور بحث ومباحثہ کی ضرورت پڑجاوے، تو اچھے انداز سے سمجھائیں، آپ کودین کے مسائل معلوم ہیں، تو آپ سمجھایئے، قرآن کریم کی آیت معلوم ہے، تو آپ بتلایئے کہ قرآن کریم میں یہ ہے، حدیث میں یہ ہے، فلاں مولانا مسئلہ اس طرح بتلارہے تھے، تواگر معلوم ہوتب بتلایئے، اگرمعلوم نہیں ہے تو پھراعراض کرلیجئے، اگر پتہ ہے تو پھرآپ اس کوسمجھایئے، تو قرآن کیا کہتا ہے اگر بحث ومباحثہ کی ضرورت پڑے تو اچھے انداز سے، گالی گلوچ نہ ہو، برا بھلا نہ کہیں، بلکہ اچھے انداز میں "وجادلھم بالتی ھی احسن" جواچھا طریقہ ہے اس انداز سے بحث ومباحثہ کیجئے اوردین کے دائرہ سے باہرمت جایئے، مہذب انداز میں گفتگو کیجئے، آپ سے مخاطب کیجئے، تو نہ کہئے، ورنہ مخاطب کو، سامنے والے کو برا لگے گا، آپ سے مخاطب کیجئے کہ آپ کے لیے یہ ہے، آپ کے لیے ایسا ہے، اس انداز سے گفتگو کیجئے، تو انشاءاللہ بات کے اندرتاثیر ہوگی، اوراس کی سمجھ میں آجائے گی، یہ دعوت کا انداز ہے، یہ دعوت کا سلیقہ ہے، اس کی ہمیں کوشش کرنی ہے "وجادلھم بالتی ھی احسن" جو بہترطریقہ ہے اس انداز سے آپ اپنی گفتگو شروع کیجئے، اوراسی انداز سے دعوت دیجئے "ان ربك ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ" تمہارارب جانتا ہے کہ اس کے راستہ سے کون ہٹا ہوا ہے "وھواعلم بالمھتدین" اوروہی جانتا ہے کہ کون راستہ پر ہے، کون ہدایت پر ہے۔

دعوت کے اصولوں کو مضبوطی سے پکڑلو:

کہیں بھی ہمیں کوئی بات معلوم ہو، کہیں جلسہ میں یا تقریروں میں سنیں، تو اہل تعلق کو، گھروالوں کو، دوست واحباب کو بتلادو، کس

انداز میں بتلانا ہے؟ قرآن نے جوانداز بتلایا ہے، اور بتلانے والے ہر وقت ہونے چاہئے، اور نہیں بتلاؤ گے تو کیا ہوگا، خلا پیدا ہو جائے گا، اور کیسا خلا؟ ایسا خلا جو پر ہونے والا نہیں ہے، جب یہ کام کرنا ہے، تو زندگی کے چوبیس گھنٹے میں ایک جماعت ایسی رہنی چاہئے جو دعوت وتبلیغ کا کام کرتی رہے، قرآن نے جوانداز بتلایا ہے، اسی انداز میں حکمت کے ساتھ اوراچھے طریقہ سے، اپنے رب کی طرف بلانا، عقیدہ کی درستگی کی طرف بلانا، نماز، حج، زکوۃ، روزہ کی طرف بلانا، موعظت حسنہ اورحکمت کیساتھ، اوراگر بحث ومباحثہ کی ضرورت پڑے، تواچھے انداز میں بحث ومباحثہ کرنا ہے، غیر مہذب الفاظ، ناشائستہ الفاظ نہیں استعمال کرنے ہیں، دعوت دینے کے جو طریقے ہیں، ان کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلو، اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اڑنا نہیں ہے، کہہ دیں کہ ہمیں اتنا ہی معلوم ہے، میں نے فلاں مولانا سے یہی سنا تھا، فلاں کی تقریر میں یہی سنا تھا، فلاں کتاب میں یہی پڑھا تھا، باقی اللہ بہتر جانتا ہے، اللہ جانتا ہے کہ کون سچ پر ہے اور کون جھوٹ پر ہے، بھائی میں نے ایسے سنا تھا، ایسے ہی کہہ دیا ہے، لیکن اگر کسی مسئلہ کے بارے میں صحیح تحقیق ہے، تو اس کو بتلا دو، کتاب دکھا دو، کتاب کا حوالہ بتادو، ایسا کروگے تو سامنے والا نرم ہو جائے گا، نرمی اختیار کرو تو فوراً وہ ٹھنڈا پڑ جائے گا، اور اپنے آپ کو خاموش کرلے گا۔

اللہ تعالی ہمیں سچا داعی بنائے:

میرے عزیزو! تعاون کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اچھائی کی طرف رہنمائی کرے، رہنمائی کرنے والا بھی مدد کرنیوالے کے مانند ہے، یہ بھی زندگی کا ایک جز ہے، اسی لیے زندگی کے ہر ماحول میں، ہر جگہ میں، ایک جماعت قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں ایسی ہونی چاہئے جو دعوت کے اس اہم فریضے کو انجام دیتی رہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں سچا داعی بنائے اور صحیح دعوت دینے والا بنائے، جو باتیں ہمیں معلوم ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور صحیح صحیح اپنے دوسرے بھائیوں کو پہنچانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ ❁

خدا کا گھر گرا کے ظالم یہ کیسا مندر بنا رہے ہیں

حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ

ہے مفتی رومی کا سب یہ صدقہ کلام ہم جو سنا رہے ہیں
نہیں ہیں فرضی یہ قصے ہرگز ہم آپ بیتی سنا رہے ہیں
غلام بن کر جو جی رہے تھے امان دی تھی جنھیں ہمیں نے
صلہ وہ ہم کو یہ دے رہے ہیں غلام اپنا بنا رہے ہیں
یہ ظالموں کا ستم تو دیکھو ہمارا پھر بھی کرم تو دیکھو
ہماری آبادی کر کے ویراں وہ اپنی بستی بسا رہے ہیں
بچائی تھیں ہم نے جن کی جانیں جنکے بچوں کو ہم نے پالا
وہ خوں ہمارا بہا رہے ہیں ہمارے گھر کو جلا رہے ہیں
جنھیں بنایا تھا ہم نے بھائی گلے لگایا تھا جن کو ہم نے
بنے ہیں ایسے وہ آج دشمن گلوں پہ چھریاں چلا رہے ہیں
زمیں ہماری، چمن ہمارا، یہاں بہا ہے، لہو ہمارا
ستم ظریفی یہ ان کی دیکھو، چمن وہ اپنا بتا رہے ہیں
ہمارے دشمن ستائیں ہم کو، وہ جتنا چاہیں دبائیں ہم کو
خدا نے چاہا تو روئیں گے کل، جو آج ہم کو رلا رہے ہیں
نکالنے کو وہ اپنا مطلب کبھی تو کہتے ہیں ہم کو بھائی
ہمارے گھر کے دیئے بجھا کر پھر اپنی شمعیں جلا رہے ہیں
کسی کا اس میں ہے کیا اجارہ خدا کے ہم ہیں خدا ہمارا
ستم جو ہم پر ہوئے ہیں اب تک خدا کو اپنے سنا رہے ہیں
وہ میر باقی کی تھی جو مسجد، جو عہد بابر کی تھی نشانی
خدا کا گھر گرا کے ظالم یہ کیسا مندر بنا رہے ہیں
کلام پر درد ہے یہ کتنا سنا رہے ہیں ہمیں جو ثاقبؔ
کہ بزم ساری وہ رو رہی ہے وہ خود بھی آنسو بہا رہے ہیں

پہلی قسط

لمحۂ فکریہ

طلبۂ مدارس میں انحطاط علمی کے اسباب

مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

اللہ رب العزت کا ہم جتنا شکر ادا کریں کم ہے، اس لیے کہ اس رب کریم نے ہمیں محض اپنی فضل و کرم اور اپنی خصوصی عنایتوں سے اپنے دین متین کی آبیاری کے لیے منتخب کیا، حالاں کہ اللہ رب العزت تو سراپا بے نیاز اور غنی ہے، اس کو کسی کی حاجت وضرورت نہیں، اگر وہ چاہے تو بغیر کسی سبب کے بھی اپنی دین کی حفاظت کرسکتا ہے، مگر دنیا کے دارالاسباب ہونے کی وجہ سے اللہ نے بھی دین کی حفاظت کے لیے اسباب مہیا کئے، اس کا کوئی یہ مطلب ہرگز نہ نکالے کہ اللہ اسباب کے اختیار کرنے کا (العیاذ باللہ) مکلّف ہے کیوں کہ اگر وہ چاہے تو بغیر اسباب و وسائل کے بھی دارالاسباب ہونے کے باوجود اپنی مشیت کو نافذ کردے، جس کی ہزاروں امثلہ، صفحات تاریخ پر موجود ہے، ہاں البتہ بندے کے لیے اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے، اس کو تو اس کے بغیر چارۂ کار نہیں، لہٰذا اگر خدانخواستہ ہم دین متین کی حفاظت نہ بھی کریں تب بھی اللہ کے دین پر کوئی آنچ آنے والی نہیں ہے، ہمیں اپنے آپ کو خوش قسمت گردانا چاہیے کہ بغیر کسی مطالبہ کے رب ذوالجلال و الاکرام نے ہمیں دین کی حفاظت کے لیے منتخب کیا، اب اگر ہم نے اس کی قدر نہیں کی تو یا تو اللہ رب العزت ہمیں ختم کرکے دوسری نسل یا قوم سے اپنے دین کی حفاظت کا عظیم کام لے لے گا اور اگر وہ چاہے تو بغیر کسی کے تعاون اور بغیر کسی سبب کے خود ہی اپنے دین کی حفاظت کرے گا، اللہ ہمیں صحیح طور پر حصول علم کے لیے محنت اور اس پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اور بندہ اسباب کو اختیار کرنے کا مکلّف ہے، جب ذات باری تعالیٰ عدم احتیاج کے باوجود بندوں کی تعلیم کے لیے اسباب اختیار کرتے ہیں تو بندہ تو بدرجۂ اولیٰ اس بات کا مجاز ہے کہ وہ کسی بھی قسم کی ترقی یا تنزلی کے اسباب کو معلوم کرے اور ترقی کے اسباب اختیار کرکے اپنی فطرت کو تسکین دے اور تنزلی کے اسباب سے اجتناب برتے، تو آیئے! اب ہم انحطاط علمی کے اسباب کو معلوم کریں اور ان اسباب سے اجتناب کی بھرپور کوشش کریں، کیوں کہ بندے کے بس میں یہی ہے کہ وہ اسباب ترقی کو معلوم کرے اور اسے اپنائے اور اسباب تنزلی کو معلوم کرکے اس سے اجتناب کرے، اللہ ہمیں اس کی توفیق مرحمت فرمائے اور قدم قدم پر ہماری نصرت اور تائید کرے۔ آمین یارب العالمین!

علمی استعداد پیدا نہ ہونے کے اسباب:

(۱) نیت میں اخلاص کا فقدان۔

(۲) علم کی حقیقت، مقصد، ہدف مصدر اور تقسیم سے ناواقفیت۔

(۳) علم کے مطابق عمل کا نہ ہونا۔

(۴) جہد مسلسل کی ناپیدگی۔

(۵) ادب کا فقدان۔

(۶) سنن، مستحبات اور فرائض سے اعراض۔

(۷) وقت کو صحیح استعمال میں نہ لانا۔

(۸) اخلاق حمیدہ سے فرار۔

(۹) صحیح توجہ اور طلب کا فقدان۔

(۱۰) ادائیگی حقوق سے صرف نظر۔

(۱۱) مطالعہ کی قلت۔

(۱۲) کھیل کود سے دلچسپی۔

(۱۳) موبائل میں انہماک۔

(۱۴) اساتذہ کی غیبت۔

(۱۵) فسادانہ ذہنیت۔

(۱۶) بازاروں کے طواف۔

(۱۷) بروں کی صحبت۔

(۱۸) متکبرانہ اور عناد پسند ذہنیت۔

(۱۹) انتظامیہ سے بے جا گلہ۔

(۲۰) سہولت پسندی۔

(۲۱) ذہنی وجسمانی صحت کا خیال نہ رکھنا۔

(۲۲) زیب وزینت کی عادت۔

(۱) نیت میں اخلاص کا فقدان:

کسی بھی عمل میں ترقی اور قبولیت کے لیے نیت کا درست ہونا بہت ضروری ہے، اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إنما الأعمال بالنيات" (اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے) یعنی اگر کسی بھی عمل میں نیت صحیح ہوگی تو ثواب ملے گا اور ترقی ہوگی، اور اگر نیت درست نہ ہوگی تو نہ ثواب حاصل ہوگا اور نہ ترقی، لہٰذا ہمارے طلبہ اور ان کے والدین کو حصول علم کے وقت رضائے الٰہی کی نیت کرنی چاہیے، حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طلب علم کے واقعہ کو بیان کیا جس میں خاص طور پر ان کے والد محترم کی نیت کو بیان کیا ہے کہ گویا ان کی علمی قابلیت کے پیچھے ان کے والد صاحب کی نیت کو بڑا دخل تھا، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، مگر افسوس کے آج نہ پڑھنے میں دل لگتا ہے، نہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے، نیت کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

(۲) علم کے مالہ وماعلیہ سے ناواقفیت:

علم یہ جہل کی ضد ہے، علم کی لغوی تعریف: "ادارك الشئ على ما هو عليه إدراكا جازما" (کتاب العلم) یعنی کسی چیز کی حقیقت کا یقین کے ساتھ ادراک کرنا اور جاننا اور بعض نے کہا: "الصورة الحاصلة في الذهن" ذہن میں سمانے والی کوئی بھی صورت۔

اقسام علم:

محمد بن صامل سلمی اپنی مایہ ناز تصنیف لطیف "منهج كتابة التاريخ الاسلامی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ علم کے معنی عام کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: علم نظری اور علم عملی۔

علم نظری کہتے ہیں: صرف اشیاء کے ظاہر کے جاننے کو جیسے موجودات عالم کا علم۔

علم عملی کہتے ہیں: وہ علم جس پر عمل کرنا ضروری ہو، اگر عمل ہو تو ہی مکمل ہوتا ہے، جیسے عبادات کا علم، شریعت کا علم۔

علم کی ایک اور تقسیم: علم شرعی اور علم غیر شرعی۔

علم شرعی: شریعت مطہرہ کے جاننے کو کہا جاتا ہے۔

علم غیر شرعی: شریعت کے علاوہ دیگر چیزوں کی معلومات کو کہا جاتا ہے۔

علم شرعی کی تقسیم:

علم شرعی کی حکم کے اعتبار سے دو قسمیں: ''فرض علی الکفایہ'' اور ''علم شرعی فرض عین''۔

''علم شرعی فرض عین'' تو کہا جاتا ہے، اس علم کو جس کا جاننا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

سب سے پہلے عقائد کا علم یعنی اللہ، رسول، ملائکہ، جنت، جہنم، قیامت، حشر ونشر، میزان، صراط، حوض کوثر، شفاعت، تقدیر، قرآن سے متعلق بنیادی اور اساسی معلومات جس سے آج امت کا بہت بڑا طبقہ ناواقف ہے، جس کی وجہ سے بے دینی اور اباحیت پسندی، فیشن پرستی، فحاشی، مداہنت، سیکولرزم، بدعات وخرافات، مغربی کلچر اور دیگر غیر اسلامی کلچر کے دلدل میں پھنسا چلا جارہا ہے، اللہ سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (باقی آئندہ شمارہ میں)

حقائق

ظلم کا بدلہ

مولانا عبدالمالک مجاہد، دارالسلام، ریاض

ان کی شادی کو زیادہ دیر نہیں گزری تھی، بس چند گھنٹے ہی گزرے تھے، میاں بیوی رات کا کھانا کھانے بیٹھے، اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی، خاوند کو بڑا طیش آیا کہ یہ کون ہماری خلوت میں مخل ہورہا ہے؟ نیک سیرت بیوی نے کہا کہ کوئی بات نہیں، کوئی ضرورت مند ہوگا، اچھا میں دیکھتی ہوں، دروازے کی اوٹ سے اس نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا کہ فقیر ہوں، بھوکا ہوں، اگر کھانا کھلا دو تو بڑا شکر گزار ہوں گا۔

بیوی واپس آئی، خاوند نے غصے سے پوچھا: دروازے پر کون ہے؟

جواب دیا: کوئی فقیر ہے کھانا کا طلب گار ہے۔

خاوند بڑبڑایا، بھلا یہ کون ہے، اس وقت ہمارا دروازہ کھٹکھٹانے والا؟ وہ تاؤ میں آکر باہر نکلا اور اس فقیر کو مارنا شروع کردیا، وہ بے چارہ معذرت کرتا رہا، مگر اس کا پارہ چڑھا ہوا تھا، یہ اس کی پٹائی کرتا رہا، فقیر ہانپتا کانپتا واپس چلا گیا، اس کے جسم پر خراشیں آچکی تھیں، بھوک بھی بڑی سخت لگی ہوئی تھی، آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ کسی دروازے پر گیا ہو اور اس کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک ہوا ہو، مگر کیا کیا جائے، یہ قسمت کی بات ہے۔

خاوند واپس آگیا، اب اس کا موڈ آف ہو چکا تھا، وہ بڑبڑاتا ہوا کھانے پر بیٹھ گیا، اس کی دلہن بھی پریشان نظر آرہی تھی۔

پھر اچانک شوہر کی طبیعت خراب ہوگئی، اسے چکر آنے لگا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی اَن دیکھی قوت نے اسے دبوچ لیا ہے، وہ بری طرح چلا رہا تھا، اسی حالت میں وہ گھر سے باہر نکل گیا، اس کی دلہن نہایت غمگین ہوئی اور پریشانی کے عالم میں خاوند کا انتظار کرتی رہی مگر وہ گدھے کی سینگ کے مانند اس طرح غائب ہوا کہ پھر نہ آیا، ایک دن نہیں کئی ہفتے گزر گئے، اس کی تلاش جاری رہی، رشتہ دار اقرباء سب پریشان ہوگئے، ہر جگہ تلاش کیا مگر بے سود، اور پھر مہینے نہیں کئی سال بیت گئے، اس کی بیوی اس کا مسلسل بے سود انتظار کرتی رہی۔

طویل انتظار کے بعد اس نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کردیا کہ میرا خاوند کئی برس سے مفقودالخبر ہے، لہٰذا میرے مستقبل کا فیصلہ کیا جائے، چنانچہ عدالت نے شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس کا نکاح فسخ کردیا۔

پھر اس کی شادی ایک نیک دل شخص کے ساتھ ہوگئی، شادی کو چند دن گزرے تھے کہ پھر وہی حالت پیش آئی جو اب سے کئی سال پہلے پیش آئی تھی، عورت نے دسترخوان پر کھانا لگایا، خاوند کھانے پر بیٹھا، ابھی چند لقمے ہی لئے تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا شوہر بولا یہ کون ہے جو اس وقت ہماری خلوت میں مخل ہوا ہے؟ اچھا میں دیکھتا ہوں، اس کی بیوی کہنے لگی، آپ بیٹھے رہیے میں جاتی ہوں، پھر اس نے دروازے کی اوٹ سے پوچھا تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ دستک دینے والے نے کہا: میں فقیر ہوں، کئی دنوں سے بھوکا ہوں، کوئی مجھے کھانا کھلا دے، بیوی واپس آئی، خاوند کو بتایا کہ ایک فقیر ہے، کئی دن سے بھوکا ہے اور کھانا مانگ رہا ہے، خاوند نے اسی وقت دسترخوان سے کھانا اٹھایا اور بیوی سے کہا: جاؤ اسے دیدو اور کہو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھالے، اگر کھانا بچ گیا تو فبہا ہم بھی کھالیں گے ورنہ اور کھانا پکالیں گے۔

بیوی کھانا لے گئی، اس فقیر کو پیش کیا، پھر لوٹ آئی، اب اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، وہ رورہی تھی، خاوند نے پوچھا کیا ہوا، کیوں رو

رہی ہو؟ کیا اس فقیر نے کوئی سخت بات کہہ دی ہے؟

بیوی نے روتے ہوئے جواب دیا: نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں، یہ فقیر جو تمہارے دروازے پر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے، درحقیقت یہ وہی شخص ہے جو کئی سال پہلے میرا خاوند تھا، میری اس سے شادی ہوئی، پہلی ہی رات ایک سائل ہمارے دروازے پر آیا، اس نے کھانا مانگا، میرا یہ خاوند غصے میں آ کر اٹھا اور فقیر کو خوب مارا حتی کہ اس کا خون نکل آیا، وہ فقیر نڈھال ہو کر چلا گیا، پھر اچانک میرے خاوند کو یوں محسوس ہوا گویا کسی نادیدہ طاقت نے اس کے حواس سلب کر لئے ہوں، وہ گھر سے بھاگ گیا، ہم نے اسے بہت تلاش کیا، مگر وہ نہ ملا، اب مدتوں بعد میں نے اسے سائل کی حیثیت سے دیکھا ہے کہ وہ میرے دروزاے پر کھڑا ہے اور بھیک مانگ رہا ہے، اس کے خاوند نے یہ بات سنی تو وہ بھی رونے لگا۔

بیوی نے حیران ہو کر پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ بولا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا سابقہ خاوند جس آدمی کو مارا تھا وہ کون ہے؟ وہ کہنے لگی: تم ہی بتاؤ وہ کون ہے، خاوند نے بتایا کہ وہ شخص میں ہی تھا جسے اس نے اس دن مارا تھا، پاک ہے وہ ہستی جس نے ایک متکبر شخص سے ایک فقیر اور مسکین کا بدلہ لے لیا، مجھ سے اس نے جو سفاکانہ سلوک کیا، جس طرح میری بے عزتی کی اور مجھ بھوکے پیاسے پر جو گزری اللہ نے یہ سارا ماجرہ خوب دیکھا، اس نے اس ظلم کو پسند نہ کیا اور اس شخص پر اپنا عذاب نازل کیا، جس نے انسانیت کی توہین کی تھی، رب کریم نے مجھے میرے صبر کا پورا بدلہ دیا کہ میں نے مار کھائی صبر کیا، ہاتھ نہ اٹھایا، زبان سے اف بھی نہ کہا اللہ تعالی نے مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے اپنے فضل سے غنی کر دیا اور اس ظالم شخص کو یہ سزا دی کہ اس کی عقل اور مال چھین لیا، اب وہ در بدر مارا مارا پھرتا ہے، اب وہ ایک بھکاری ہے، میں اس اللہ رب العزت کے صدقے کیوں نہ جاؤں جس نے تمہارے صبر کا اتنا میٹھا پھل دیا کہ تمہیں سابقہ ظالم خاوند سے نجات دے کر اس کے بدلے میں ایک اچھا شوہر عطا فرمایا "تلك الايام نداولها بين الناس" ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادل بدل کرتے رہتے ہیں۔ ۞

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی
اہم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۱۰؍روپئے
۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰؍روپئے
۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۳؍روپئے
۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰؍روپئے
۵- رہنمائے طریقت (شریعت و طریقت، تصوف و سلوک، اخلاق حمیدہ و رذیلہ) ۱۰؍روپئے
٦- مراجع الفقہ الحنفی و میزاتہا (فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات، عربی) ۵؍روپئے
۷- الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا و احکامہا (امامت کے مسائل و احکام، عربی) ۳۰؍روپئے
۸- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو و نشہ آور چیزیں شریعت و طب کی روشنی میں، عربی) ۲۰؍روپئے۔
۹- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات) ۵۰؍روپئے
۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات) ۵۰؍روپئے
۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی و ناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اور کارنامے) ۵۰؍روپئے
۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی) ۸؍روپئے
۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی) ۸؍روپئے
۱۴- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر و اہم حالات) ۸؍روپئے
۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم و جدید (چودہ بزرگوں کے حالات) ۳۰؍روپئے
۱٦- مقالات و مشاہدات (مختلف موضوعات پر ۲۷ مضامین کا مجموعہ) ۳۰؍روپئے
۱۷- مکتوبات اکابر (۲۰؍بزرگوں کے خطوط کا مجموعہ) ۳۰؍روپئے
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب و اصول ۱۰؍روپئے
۱۹- افکار دل (۳۰ تقریروں کا مجموعہ) ۱۰۰؍روپئے

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

یادرفتگاں

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

اوران کے حالات زندگی

مولانا محمد ہاشم نائب مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور، سہارنپور

تصوف دین وشریعت کی روح اوراس کا جوہر ہے، جس طرح جسم کی بقاء کے لیے روح کی ضرورت ہے، اسی طرح دین کی بقاء کے لیے تصوف کی ضرورت ہے، اور جس طرح ہر زمانہ میں عقائد کی تصحیح وتعلیم اور شریعت کے مختلف اعمال، عبادات، معاملات، حلال وحرام کی تمیز کے لیے حق گو متکلمین، بے باک علماء اورنڈر فقہا کی ضرورت رہی ہے، اسی طرح ہر زمانہ میں اخلاص واحسان، ارشاد وسلوک سے لوگوں کو واقف کرانے اوراللہ کے بندوں میں اللہ کا ڈراوراللہ کی سچی محبت پیدا کرنے کے لیے اصحاب تصوف اور صاحبان ارشاد افراد کی ضرورت رہی ہے۔

انہیں حاملین تصوف اور مشائخ عظام میں ایک عظیم المرتبت ہستی قطب الاقطاب، شیخ المشائخ حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ رائے پوری ہیں جن کے حالات زندگی آپ کے ملاحظہ میں ہیں:

نام ونسب:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی بڑی قدآور شخصیت کوسامنے رکھ کر جب اس کے عظیم المرتبت ہونے کے اسباب پرغور کیا جائے تواس کے پیچھے کچھ ایسے عناصر نظر آئیں گے جن کا اس شخصیت کے بننے میں اہم کردار ہے، مثلاً والدین کیسے تھے، خاندان کیسا تھا، معاشرہ کی کیا کیفیت تھی، اساتذہ کیسے ملے، ان کے واضح اثرات اور پرچھائیاں مذکورہ شخصیت میں نظر آئیں گی۔

ہمارے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ کا گھرانہ اورخاندان نہایت شریف اورعلمی وروحانی تھا، اس خاندان کے سب سے پہلے برگزیدہ نامورشخص مولوی عبدالرحیم صاحب تھے، جو حضرت کے پردادا ہوتے تھے، ان کو کسی بزرگ نے بشارت دی تھی کہ سات پست تک تمہاری اولاد میں حفظ قرآن کی دولت اورعلم رہے گا، اسی طرح حضرت کے تین دادا تھے:

(۱) مولانا محمد اکرام صاحب (یہ حقیقی دادا تھے)

(۲) مولانا محمد حسن صاحب

(۳) مولانا محمد محسن صاحب

یہ تینوں دادا عالم تھے، اورعلاقہ میں ان کو بڑا مقام حاصل تھا۔

پھر حضرت کے تین چچا تھے:

مولانا محمد احسن صاحب

مولانا کلیم اللہ صاحب

مولانا محمد یٰسین صاحب

یہ تینوں چچا اپنے وقت کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے، مولانا محمد احسن صاحب بہترین عالم، جید حافظ تھے اور عبادت گزار شخص تھے، ایک قرآن روزانہ پڑھنے کا معمول تھا، بڑی بڑی کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کرتے تھے۔

مولانا کلیم اللہ صاحب بخاری شریف کھول کر وعظ فرماتے تھے، عشاء کے بعد سے صبح تک یہ وعظ جاری رہتا، ان کو اپنے بھتیجے مولانا

عبدالقادر صاحب سے بہت زیادہ محبت تھی۔

مولانا محمد یٰسین صاحب زبردست عالم اور مدرس تھے ، درس حدیث ان کا مشغلہ تھا۔

اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے والد محترم جناب حافظ احمد صاحب اپنے بزرگوں کی ایک نشانی تھے، حفظ قرآن میں کمال حاصل تھا، ہر وقت تلاوت میں مشغول رہتے، اپنی زمین میں کام کرتے، ہل جوتتے تھے، اور کھیت کے چاروں طرف شاگرد قرآن پڑھتے رہتے تھے، ان کے شاگرد خاص حافظ روشن دین کی روایت ہے کہ حافظ احمد صاحب کو دیکھ کر ایک مجذوب بزرگ نے کہا کہ تم شادی کرو میں تمہاری پشت میں ایک ایسا نور دیکھتا ہوں جس سے ایک عالم منور ہوگا، اس لئے آپ نے ضلع سرگودھا کے مقام للیانی میں شادی کی، جن سے تین صاحبزادے ہوئے:

مولانا عبدالقادر صاحب، حافظ عبدالعزیز صاحب، حافظ محمد خلیل صاحب اور ایک صاحبزادی ہوئی۔

ایسے ہی آپ کی والدہ محترمہ بھی بڑی عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں، روزانہ بارہ ہزار اسم ذات کا ورد کرلیا کرتی تھیں۔

ایسے پاکیزہ، برگزیدہ اور باعزت خانوادہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب پیدا ہوئے، سن ولادت کا کسی کو پتہ نہیں، ۱۸۷۳ء کا اندازہ لگایا گیا، والدین نے آپ کا نام غلام جیلانی رکھا اور رائے پور آنے تک یہی نام رہا، رائے پور خانقاہ کے شیخ اول حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نے حاضری کے وقت نام معلوم کیا تو انہوں نے غلام جیلانی بتایا، حضرت نے فرمایا تم تو عبدالقادر ہو، اسی وقت سے عبدالقادر نام مشہور ہوا۔

تحصیل علم:

ابتدائی تعلیم، حفظ قرآن کریم، اور عربی وفارسی کی شروع کی تعلیم قال اقول، مراح الارواح تک بھرت پور شریف اور جھاوریاں میں حاصل کی، ایک صاحب نسبت عالم دین، مخلص استاد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے پنجاب پاکستان سے نکل کر ہندوستان تشریف لائے، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں شرح جامی کی تعلیم مشہور تھی، مولانا ثابت علی صاحب پڑھاتے تھے، شرح جامی پڑھنے کے لیے مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور پھر دوسری کتابیں پانی پت، رام پور، دہلی، گلاؤٹھی، بانس بریلی میں پڑھیں۔

ملازمت:

بریلی میں ہی فراغت کے بعد مولوی خدایار خان نے اپنے صاحبزادے مقتدا یار خان کی تعلیم کے لیے آپ کو ملازم رکھا، اسی کے آگے پیچھے دس گیارہ مہینے مولوی احمد رضا خان کے یہاں ان کے لڑکوں مولوی مصطفیٰ رضا خان وغیرہ کی تعلیم کے لیے قیام کیا، آٹھ روپئے تنخواہ تھی مگر ان لوگوں کی علماء دیوبند کی تذلیل وتکفیر آپ برداشت نہ کر سکے، تو معاش کے لیے آپ نے علم طب حاصل کیا، اور بجنور افضل گڑھ تشریف لاکر چھ مہینہ تقریباً مطب کا مشغلہ رہا۔

رائے پور حاضری:

حصول یقین، روحانی ترقی اور کامیابی کے راستہ کی ابتداء اکثر بے چینی، اضطراب قلبی کشمکش اور اندرونی طلب سے ہوتی ہے، بریلی اور افضل گڑھ کے قیام کے دوران مختلف الخیال لوگوں کی صحبت اور اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی علیہ اللعنہ کے جھوٹے دعوؤں اور ان کے عقائد کی ترویج وشہرت کے اثر سے حضرت کی طبیعت میں اضطراب پیدا ہوگیا، اور آپ حق کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے، اسی دوران آپ کو حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی مثنوی تحفۃ العشاق کہیں سے مل گئی، اس کے مطالعہ نے طبیعت میں اشتیاق اور شورش عشق پیدا کردی، چھ مہینہ تک یہ معمول رہا کہ قبرستان چلے جاتے اور روتے رہتے۔

اس وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا آفتاب رشد وہدایت اپنے عروج پر تھا اور وہی شیخ الکل کی حیثیت رکھتے تھے، حضرت گنگوہی

کے ممتاز خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے اصلاحی دورے مشرقی پنجاب میں ہوا کرتے تھے، اس لئے ان سے مناسبت ہوگئی تھی، قسمت نے یاوری کی کہ خط وخطابت کے بعد رائے پور حاضری ہوئی، اور حضرت کا دامن مکمل یقین اور خلوص کے ساتھ تھام لیا حضرت والا کی صحبت اور نسبت نے دل کی دنیا بدل دی اور فرقہ باطلہ اور قادیانیت کے سلسلہ میں جو شکوک وشبہات تھے سب ختم ہوگئے، حضرت خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! قادیانی لوگ بھی انوار کا دعوی کرتے ہیں، ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات وکیفیات پیش آتے ہیں، اور گریۂ وخشیت کا غلبہ ہوتا ہے، اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت والا کو جوش آ گیا اور فرمایا مولوی صاحب سنو!" ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی" آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ضلالت کی صورت میں بھی جو لوگ مجاہدوں ومحنتوں میں لگے رہتے ہیں، ان کے لیے بھی ایسی صورتیں اور آثار ظاہر ہوتے ہیں جن سے ان کو اپنے مسلک کی تائید اور اس پر اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور وہ اس میں اور زیادہ پختہ ہو جاتے ہیں، اسی کا نام قرآن مجید کی اصطلاح میں استدراج ہے، اس لیے محض کشف والہام، انوار وکیفیات، حقانیت ومقبولیت کا معیار نہیں ہے، اصل معیار کتاب وسنت اور مسلک سلف سے مطابقت ہے۔

میں نے کہا حضرت بس میں سمجھ گیا، اس کے بعد پھر اس مسئلہ میں کبھی کوئی کھٹک پیدا نہ ہوئی۔

رائے پور کا قیام ومجاهدہ:

رائے پور قیام کے دوران آپ نے جو جفاکشی، مجاہدہ اور مشقت سے کام کیا وہ اولیائے متقدمین کے بعد انہیں کا حصہ ہے، مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے خود حضرت کے حوالہ سے لکھا کہ مسلسل دس سال آپ نے روزانہ مکئی کی ایک روٹی پر گزر کیا، جو درمیان سے کچی ہوتی تھی، دال ترکاری کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا، اور چودہ سال تک کبھی کچی، کبھی سوکھی روٹی کھائی اور نام نہ لیا، کبھی توت کے پتے بھی کھانے کی نوبت آئی، سردی کے موسم میں اوڑھنے بچھانے کا کپڑا میسر نہ ہوا، تو حمام کے پاس رات کا کچھ حصہ گزرتا اور کچھ حصہ مسجد کی چٹائی میں لپٹ کر۔

سفر حج:

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کے ساتھ ۱۹۱۰ء میں سفر حج فرمایا اور حضرت والا کی بے پناہ خدمت کی اور حضرت کی ضروریات میں اپنے آپ کو فنا کردیا اور بعد میں دو حج اور فرمائے۔

بڑے حضرت کی وفات اور نئی خانقاہ کی تعمیر:

۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹/ جنوری ۱۹۱۹ء کو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی وفات کا المناک حادثہ پیش آیا اور رائے پور مزار میں تدفین ہوئی، خانقاہ کی جس کوٹھی میں حضرت کا قیام تھا وہ حضرت نے مدرسہ کے لیے وقف کردی تھی، حضرت کی وفات کے بعد ان کے بھانجے مولانا اشفاق صاحب کا وہاں قیام رہنے لگا، خاندانی تعلق اور قرب کی بناپر ایک عرصہ تک بہت سے لوگ مولانا اشفاق صاحب ہی کو جانشینی کا حقدار سمجھتے تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کا اپنے شیخ کے ساتھ خاص تعلق اور دائمی رفاقت وخدمت اور پھر شیخ کا کھلا اشارہ اور رائے پور میں چودھری محمد صدیق خانصاحب کو مولانا کے لیے مکان بنانے کی ہدایت، واضح دلیل تھی کہ رسمی جانشینی اور اعلان خلافت کے بغیر ہی آپ اپنے شیخ کے جانشین رہیں گے، مگر حضرت کی طبیعت ہر طرح کی کشمکش، دعوی، مقابلہ اور اپنی شخصیت کے اظہار سے متنفر تھی اور حضرت میں اخفاء بہت زیادہ تھا، اس لیے حضرت پوشیدہ طریقہ سے اصلاح امت کا کام رائے پور کے اطراف میں کرتے رہے۔

ہوا ہے گو تیز وتند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دئے ہیں انداز خسروانہ

اس طرح رفتہ رفتہ آپ کے اخلاص وایثار اور عنداللہ مقبولیت کی وجہ سے تین چار سال میں آپ کو مرکزیت حاصل ہوگئی اور چودھری

محمد صدیق صاحب نے رائے پور میں آپ کے لیے ایک پختہ دالان بنوایا اور آس پاس کچھ چھپر اور سائبان ڈالے گئے، یہی آپ کی خانقاہ بن گئی، جو کچھ ہی عرصہ میں طالبین خدا کا ایسا مرکز بن گئی جو بہت سی حیثیتوں سے برعظیم ہند کی سب سے بڑی زندہ اور آباد خانقاہ تھی۔

رائے پور کی خانقاہ روحانیت کی سب سے بڑی آماجگاہ:

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ کا یہ یقین تھا کہ مسلمانوں کی پوری زندگی اور اس کے مختلف شعبوں میں بگاڑ کا اصل سبب اخلاص کی کمی، درد وسوز کا فقدان، اور جذب اندروں کی کوتاہی ہے۔ ؎

صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

اس لیے آپ نے یہ محسوس کیا کہ وقت کا بڑا کام اخلاص واخلاق کا پیدا کرنا ہے، جس کا سب سے مؤثر ذریعہ محبت ہے، اس اخلاص ومحبت سے ہر دینی کام، ہر اصلاحی کوشش میں جان پڑتی ہے، اس سے عبادات میں نورانیت، تعلیم وتدریس میں برکت، تصنیف وتالیف میں مقبولیت، سیاسی تنظیموں اور ملی جماعتوں میں اتحاد، ایثار ومحبت پیدا ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ نے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ عمومی بیعت اور اصلاح کا کام شروع کر دیا، آپ کے اخلاص واخلاق، شفقت ومحبت اور اپنے کام میں نہیں انہماک ویکسوئی سے بہت جلد رائے پور کی خانقاہ مرجع خاص وعام بن گئی۔

اخلاص عمل مانگ نیا کان کہن سے
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اس مرجعیت ومرکزیت کا اثر تھا کہ مختلف مکاتب فکر کے صحیح الخیال علماء، سیاسی رہنما، قومی کارکن، مدارس کے اساتذہ وذمہ داران، اہل قلم، مصنفین ومؤلفین نے رائے پور حاضر ہو کر اخلاص عمل کی استعداد پیدا کی، مندرجہ ذیل ناموں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے وقت کے کیسے کیسے مصلحین، مسترشدین، قائدین نے حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی، امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، قاطع بدعت حضرت مولانا منظور نعمانی، مولانا عبدالرشید نعمانی، خواجہ عبدالحئی صاحب فاروقی، قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام رسول صاحب جالندھری، مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی، ماسٹر منظور احمد صاحب ایم اے، پروفیسر عبدالمغنی صاحب ایم اے، صوفی عبدالحمید صاحب وزیر حکومت پنجاب، حاجی محمد ارشد صاحب سابق چیف انجینئر حکومت حجاز، چودھری عبدالحمید صاحب سابق کمشنر بحالیات پاکستان وغیرہم نے رائے پور شریف حاضری کو اپنی سعادت سمجھا، اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے، کہ اس دور آخر میں گنگوہ وتھانہ بھون کی خانقاہوں کے بعد خانقاہ رائے پور نہ صرف ہندو پاکستان بلکہ بعض خصوصیات کی بنا پر تمام دنیائے اسلام میں تصوف اسلام اور روحانیت کی بڑی آماجگاہ تھی۔

اصلاحی اسفار اور مدارس کا قیام:

مسلمانوں کی اصلاح اور تبلیغ دین کے لیے حضرت نے ملک کے طول وعرض میں مختلف دورے فرمائے، یہ تبلیغی واصلاحی اسفار پہلے پہل مشرقی پنجاب میں ہوئے، جالندھر، انبالہ، لدھیانہ، کرنال، فیروز پور اور ان کے اطراف میں بکثرت جانا ہوا، اس کے بعد مغربی پنجاب میں لاہور، ملتان، بہاول نگر کے دورے جاری رہے، پھر یوپی کے اضلاع سہارنپور، مظفر نگر، دہلی، لکھنؤ، بریلی، رام پور، مراد آباد، اور ان کے قصبات ودیہات بہٹ، نوگانواں، لودھی پور، دبکورہ، ٹوڈر پور، تھن پور، دودھ گڈھ، چلکانہ، سرساوہ، دھجیڑی، چھٹمل پور، کیلاشپور، دہرہ دون، منصوری کے دورے برابر ہوتے رہے، ان اسفار میں اکثر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب، اہل تعلق اور خدام کی ایک

بڑی جماعت ساتھ ہوتی ، لوگوں کی اصلاح وتربیت اور بیعت وتوبہ کا سلسلہ جاری رہتا، ہزاروں بندگان خدا علماء وصلحاء کی زیارت سے مشرف ہوتے، نماز کی جماعتیں ہوتی تھیں اور ذکر کے حلقے لگتے ، لوگوں کو عبادت اور رات کو اٹھنے کی لذت ملتی ہے ، دینی مکاتب اور مدارس کا قیام ہوتا ضلع سہارنپور میں بکثرت مکاتب و مدارس آپ کی ترغیب وتاکید سے قائم ہوئے۔

جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور کا قیام :

چھٹمل پور ضلع سہارنپور کا مرکز علم وفن جامعہ کاشف العلوم حضرت رائے پوری کے قیام مدارس کی ایک زندہ مثال ہے ، قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ نے اپنے اسفار کے دوران فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے ، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی سے بھی حضرت نے اس کا اظہار کیا کہ چھٹمل پور میں ایک عربی دینی مدرسہ قائم ہونا چاہئے ، اسی طرح رئیس کیلاش پور حاجی ودود علی خان سے بھی فرمایا میاں ودود اگر چھٹمل پور میں اسلامی مدرسہ قائم ہوجائے تو مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچے گا، اس وقت چھٹمل پور میں کوئی آبادی نہ تھی ، نہ یہاں مکیں تھے نہ مکانات، چاروں طرف ہوکا سا عالم تھا، خوف ودہشت کا سماں تھا، اسی لیے اس الہامی صدا کو سننے والے حیران و پریشان تھے کہ اس ویران جگہ میں ادارہ کا وجود کیسے ممکن ہوگا، سابق مہتمم حضرت مولانا شریف احمد مظاہری نے حضرت قدس سرہ کے الہام کو اشارہ غیبی سمجھ کر علماء ربانیین کے مشورہ سے یہاں مدرسہ کے قیام کا ارادہ فرمالیا، اور قریبی گاؤں نانکہ سے چند بچوں کو بلا کر ۱۵/ محرام الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۱/ دسمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ کاشف العلوم کا قیام عمل میں آیا، حضرت اقدس رائے پوری نے اپنی زبان مبارک سے پہلا سبق جو بچوں کو پڑھایا وہ یہ آیت تھی "ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" جو اللہ پر بھروسہ کرلے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

پھر ۱۵/ ذی القعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۱/ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو خود حضرت والا نے جامعہ کاشف العلوم کا سنگ بنیاد رکھا، جس کی کیفیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری صفحہ ۱۴۲/ پر سابق مہتمم حضرت مولانا شریف احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے اس طرح بیان فرمائی ہے۔

''گرمی کا موسم تھا اور ان دنوں حضرت کا قیام منصوری تھا، اراکین مدرسہ کا ایک وفد اس سلسلہ میں وہیں حاضر ہوا، اور منصوری سے ہی سنگ بنیاد رکھنے کے لیے آپ چھٹمل پور تشریف لائے، ظہر اور عصر کے مابین ایک مجمع کی موجودگی میں آپ نے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا، توبہ کرنے والے لوگ جماعت در جماعت آتے تھے، آنے والے صافے، چادریں وغیرہ پکڑ کر صف بستہ بیٹھتے تھے اور توبہ کرتے جاتے تھے، ایک مجمع اٹھتا تھا، دوسرا مجمع آتا تھا، اندازہ ہے کہ کئی سو کی تعداد میں لوگ بیعت ہوئے''۔

اب جامعہ کاشف العلوم مفکر ملت حضرت مولانا الحاج محمد اسلم صاحب مظاہری دامت برکاتہم کے زیر اہتمام مدارج علیا کی طرف گامزن ہے اور اس کا فیض ہندو بیرون ہند جاری ہے، گویا کہ بالواسطہ حضرت رائے پوری کا فیض ہی پوری دنیا میں جاری وساری ہے۔

وفات حسرت آیات:

۳۰/ اپریل ۱۹۶۲ء کو حضرت پاکستان تشریف لے گئے ، یہ سفر دراصل آخرت کی تمہید تھا اور تین چار ماہ کی شدید بیماری (جس کا ازالہ بڑے بڑے ڈاکٹروں کی دوا سے نہ ہوسکا) کے بعد ۱۶/ اگست ۱۹۶۲ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے گیارہ بجے حضرت کا وصال ہوگیا اور نصف صدی سے زائد مدت تک مسلسل مجاہدہ، مسلسل خدمت، مسلسل دعوت واصلاح کا کام انجام دیتے ہوئے ایسے چلے گئے جیسے زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوں۔ ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

غور وفکر

سبحان اللہ ہر شئ تسبیح خواں ہے

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

قال تعالی:"وان من شئ الا یسبح بحمده ولکن لاتفقھون تسبیحھم"۔(بنی اسرائیل پارہ۱۵/رکوع ۵)

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو۔(ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

یعنی ہر شئی اللہ تعالی کی فرمانبردار اور اپنے اپنے انداز میں اس کی تسبیح وتحمید میں مصروف ہے گو ہم ان کی تسبیح تحمید کو نہ سمجھ سکیں، ہم سمجھتے ہیں کہ ہاتھی چنگھاڑ رہا ہے، حالانکہ وہ اپنی زبان میں اللہ تعالی کی تسبیح میں مصروف ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ شیر دھاڑ رہا ہے، درحقیقت وہ اللہ تعالی کی تسبیح میں مشغول ہے، پرندے سیٹیاں بجاتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ وہ چہچہار ہے ہیں، درحقیقت وہ ذکر الٰہی میں مصروف ہیں۔

ہر ایک کو اللہ تعالی نے ایک زبان دی ہے، وہ اپنی زبان میں اللہ تعالی کی حمد وثنا اور تسبیح وتہلیل میں مصروف ہے، ہم اس کی زبان کو نہیں سمجھتے، ہم اگر ان کی زبان کو نہیں سمجھتے تو تعجب کی بات نہیں ہے، ہم اپنے بھائی بندوں کی سب زبانیں کب سمجھتے ہیں، اگر کوئی بنگالی زبان میں اللہ تعالی کو پکارنے لگے، دعائیں مانگنے لگے، ہم کیا کریں گے؟ بیٹھے ہوئے دیکھتے رہیں گے، ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا، اسی طرح چینی، امریکی اور دیگر زبانوں میں اگر کوئی اللہ کو پکارے تو ہم کیا سمجھیں گے، ہزاروں زبانیں رائج ہیں ہم تمام انسانوں کی زبانیں نہیں جانتے، تو اگر چرندوں، پرندوں کی زبان بھی نہ جانیں تو اس میں حیرت کی کونسی بات ہے، ہر ایک کی ایک تسبیح ہے وہ اپنی زبان میں اللہ تعالی کو یاد کررہا ہے، آپ نہیں سمجھتے نہ سمجھیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں "ولکن لاتفقھون تسبیحھم" تم ان کی تسبیح کو نہیں پہچانتے، باقی معجزے کے طور پر اگر اللہ تعالی کسی کو چرندوں، پرندوں کی بولیاں بتلادے تو اس کی قدرت ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ "یایھا الناس علمنا منطق الطیر" اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں بتلادی گئی ہیں، جب پرندے بولتے ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے کہ یہ فلاں بات کہہ رہا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر کر کنکریاں اٹھائیں تو کنکریوں سے زور زور سے آواز آرہی تھی سبحان اللہ، سبحان اللہ، تمام صحابہ سن رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں صدیق اکبر کے ہاتھ میں دیدیں تسبیح برابر جاری رہی، انہوں نے وہ کنکریاں فاروق اعظم کے ہاتھ میں دیدیں تسبیح برابر جاری رہی، جب اور صحابہ کو منتقل کی گئیں تو تسبیح کی آواز سننا بند ہوگئی، تسبیح جاری رہی ہوگی، مگر سنائی نہیں دی۔

ملائکہ علیہ السلام کو بھی مختلف تسبیحات دی گئی ہیں، وہ اپنی زبان میں تسبیح کرتے ہیں، ممکن ہے ان کی زبانیں بھی مختلف ہوں، اپنی اپنی زبان میں وہ اللہ تعالی کو یاد کرتے ہیں، بعض روایات میں ان کی تسبیحات بھی آئی ہیں، بعض ملائکہ کی تسبیح ہے "سبحان من زین الرجال باللحی وزین النساء باالضوائف" پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو زینت دی داڑھیوں سے اور عورتوں کو زینت دی مینڈھیوں اور چوٹیوں سے، تسبیحات ملائکہ بھی کرتے ہیں، جنات بھی کرتے ہیں،

آسمان بھی تسبیح میں مصروف ہیں، زمین بھی تسبیح میں بھی مصروف ہے، ستارے میں بھی تسبیح میں مصروف ہیں، ارشاد رب العالمین ہے "الم تر ان اللّٰہ یسبح لہ من فی السموات والارض والطیر صٓفت کل قدعلم صلاتہ وتسبیحہ"۔ (سورہ نور پارہ ۱۸/ رکوع ۱۲)

کیا تو نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان وزمین میں اور اڑتے جانور پر کھولے ہوئے، ہر ایک نے جان رکھی ہے اپنی طرح کی بندگی اور یاد۔

اس آیت میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ آسمان اور زمین جتنی بھی مخلوقات ہیں، سب ہی تسبیح ودعا اور اپنے حسب حال نماز میں مصروف ہیں، حتی کہ اڑتے پرندے، شاید اڑتے جانوروں کا علیحدہ ذکر اس لیے کیا کہ وہ اس وقت آسمان وزمین کے درمیان معلق ہوتے ہیں اور ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی بڑی نشانی ہے۔

ہر چیز تسبیح ہی نہیں کرتی بلکہ بموجب دعوی قرآن نمازی بھی ہے:

آیت مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز نمازی بھی ہے، اپنے اپنے انداز میں نماز بھی ادا کرتے ہیں فقط، ذکر ہی میں مصروف نہیں ہے، قرآن کریم نے دعوی کیا ہے "کل قدعلم صلوتہ وتسبیحہ" ہر چیز نے اپنی نماز کو بھی پہچان لیا ہے اور اپنی تسبیح کو بھی پہچان لیا ہے، معلوم ہوا کہ ہر ایک مخلوق نماز پڑھ رہی ہے، باقی ان کی نماز اسی انداز کی ہے جیسے اللہ تعالی نے ان کی ساخت کی ہے، جیسے ان کی ہیئت بنائی ہے، اسی ڈھنگ سے ان کی نماز بھی ہے، درختوں کی نماز میں قیام ہے، رکوع اور سجدہ نہیں وہ ایک پیر پر کھڑے ہوئے اللہ کے ذکر میں مصروف ہیں، چوپاؤں کی نماز میں رکوع ہے ان کی ہیئت ہی ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ ہر وقت سر کو جھکائے ہوئے رکوع میں ہیں، حشرات الارض سانپ بچھو، کیڑے مکوڑے ان کی نماز سجدہ سے ہے قیام اور رکوع نہیں، ان کی ہیئت اللہ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ ہر وقت سجدہ میں اوندھے پڑے ہوئے ہیں، اسی طرح پہاڑوں کی نماز میں تشہد ہے جیسے انسان زمین پر گھٹنے ٹیکے ہوئے بیٹھے ہیں، ان کی نماز تشہد کے ساتھ ادا ہو رہی ہے، جنت اور دوزخ کی نماز دعا مانگنا ہے، جنت بھی دعا کر رہی ہے کہ اللہ مجھے بھر دے اور وعدۂ خداوندی ہے کہ ہم بھر دیں گے، جہنم کی بھی یہی صدا ہے کہ مجھے بھر دیجئے میری غذا مجھے پہنچایئے، قیامت کے دن دوزخ کو بھر دیا جائے گا، اہل جہنم جہنم میں ڈالے جائیں گے، مگر دونوں کی آواز بند نہیں ہوگی، جہنم کہے گا "ھل من مزید" اور لایئے ابھی تو میں خالی ہوں، جنت کہے گی کہ میرے ہزاروں شہر خالی پڑے ہیں، آبادکاری فرمایئے! آپ کا وعدہ ہے کہ بھر دیں گے، جنت کے لیے حق تعالی ایک مستقل مخلوق پیدا فرمائیں گے، جس سے جنتوں کی آبادکاری ہوگی، جہنم کے لیے مستقل مخلوق پیدا نہیں فرمائیں گے، حدیث میں ہے کہ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے جیسا قدم ان کی شان کے لائق ہے تو وہ کہے گا "قط قط" بس بس اب مجھ میں ہمت اور تاب نہیں ہے، میں بھر گیا، اس کی دعا قبول ہو جائے گی، بہر حال جنت ودوزخ کی نماز دعا مانگنا ہے، ملائکہ علیہم السلام کی نماز صف بندی ہے، لاکھوں، کروڑوں ملائکہ صفیں باندھے ہوئے ہیں، ہزارہا ہزار برس سے کوئی جماعت رکوع میں ہے، کوئی سجدہ میں ہے، کوئی قیام میں ہے، صفیں بنی ہوئی ہیں، صف بندی ان کی نماز ہے، سیارے جو گھومتے رہتے ہیں، ان کی نماز حرکت دوراں ہے کہ جہاں سے چلے تھے پھر وہیں لوٹ آئے، گھومنا یہی ان کی نماز ہے۔

اسلام کی نماز کی عظمت او رجامعیت:

یہ حق تعالی کا فضل اور احسان ہے کہ اسلام کی نماز میں ساری کائنات کی نمازیں اللہ تعالی نے جمع فرما دی ہیں، درختوں کا سا قیام بھی ہے، چوپایوں جیسا رکوع بھی ہے، حشرات الارض جیسا سجدہ بھی ہے، پہاڑوں کا سا تشہد بھی ہے، جنت ودوزخ کا سوال ودعا بھی ہے، ملائکہ جیسی صف بندی بھی ہے، اور سیارات کا دوران بھی ہے، جو کام پہلی رکعت میں کیا الحمد پڑھی، سورت پڑھی، تسبیح پڑھی، دوسری رکعت میں پھر وہی سے شروع کر دیتے ہیں، وہی الحمد، وہی سورت، وہی تسبیح، تو

جہاں سے چلے تھے، وہیں پھر آ گئے، تو سیارات جیسی گردش بھی ہے، معلوم ہوا کہ اسلام کی نماز جامع ترین نماز ہے کہ جتنی ہیئتیں ممکن ہیں عقلاً وہ سب دی گئی ہیں تا کہ بندہ اپنے رب کے سامنے عبادت اور تذلل کے ساتھ پیش ہو، کھڑا ہو تب بھی اپنی عاجزی وذلت کا اظہار، بیٹھے تب بھی اپنی ذلت کا اظہار۔

عبادت کا صحیح مفہوم:

عبادت نام ہے اظہار تذلل کا ، اللہ تعالی کے سامنے اپنی انتہائی درجہ کی ذلت پیش کی جائے ، اس لیے کہ جس ذات کے سامنے کھڑا ہوتا ہے وہ انتہائی عزت کے مقام پر ہے کہ اس کے بعد عزت کا کوئی درجہ نہیں، اس کے سامنے اتنی ذلت پیش کی جائے کہ اس کے بعد ذلت کا کوئی درجہ باقی نہ رہے، نمازی اپنے خالق کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں ، یہ ایک درجہ ہے ذلت کا ، رکوع کیا تو گردن جھکا دی یہ ذلت کا دوسرا درجہ ہے، اس کے بعد پیشانی وناک زمین پر ٹیک دی، یہ اظہار ذلت کا آخری درجہ ہے، اس کے بعد ہاتھ اٹھائے دعائیں مانگیں یہ بھیک مانگنا ہے جو ذلت کا انتہائی درجہ ہے، بہر حال نماز میں عظمت خداوندی اور اپنی نیازمندی کا مکمل اظہار ہے۔

صرف نماز ہی بذاتہ عبادت ہے:

یوں سمجھنا چاہئے کہ نماز حقیقی معنوں میں عبادت ہے ،دوسری عبادات اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت نہیں ، دیگر وجوہات کی بنا پر عبادت ہیں، مثلاً روزہ اس کے معنی ہیں کھانے ، پینے ، بیوی سے مستغنی ہوجائے ،کھانا ، پینا اور بیوی سے مستغنی ہونا یہ تو اللہ تعالی کی صفت ہے اس میں ذلت نہیں، یہ تو حق تعالی کے ساتھ مشابہت ہے، یہ تو اظہار عزت ہے، تعمیل حکم کی وجہ سے روزہ عبادت بن گیا، زکوۃ بھی اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت نہیں، اس کے معنی عطا کرنے کے ہیں کہ فقیروں کو دو، عطا کرنا تو اللہ تعالی کی شان ہے، یہ تشبیہ ہے حق تعالی کے ساتھ اس میں ذلت کہاں یہ تو عین عزت ہے، تو زکوۃ عبادت بنی حکم خداوندی سے، بہر حال تعمیل ارشاد نے اس میں عبادت کے معنی پیدا کر دیئے اسی طرح سچ بولنے کو عبادت کہتے ہیں، یہ بھی اپنی ذات سے عبادت نہیں، سچ بولنا تو اللہ تعالی کی صفت ہے" ومن اصدق اللّٰہ قیلاً" اس سے زیادہ کس کا قول سچا"ومن اصدق من الله حديثا" اس سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

غرض سچ کہنا، سچ بولنا اللہ تعالی کی شان ہے، بندہ اگر سچ بولے گا تو مشابہت کرے گا، کمالات خداوندی کے ساتھ اس میں ذلت کہاں یہ تو عین عزت ہے، تعمیل حکم خداوندی نے اس کو عبادت بنا دیا، سچ بولنا اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت نہیں، ورنہ اللہ تعالی کی صفت نہ ہوتی۔

صرف نماز پوری کائنات پر فرض ہے:

چونکہ نماز کی ہیئت اظہار ذلت کے لیے ہے، اس لیے نماز اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت ہے، محض تعمیل حکم سے عبادت نہیں ، یہی وجہ ہے کہ نماز پوری کائنات پر فرض کی گئی ہے، فرمایا گیا ہے"کل قد علم صلوته و تسبيحه" ہر چیز نے اپنی نماز وتسبیح کو پہچان لیا، یہ نہیں فرمایا"کل قد علم حجة كل قدعلم زكوته" بہرحال نماز کائنات کی ہر چیز پر فرض کی گئی ہے، انسان، جن، فرشتہ، درخت، پہاڑ اور پتھر وغیرہ سب کے لیے عبادت اور نماز لازمی قرار دی گئی ہے، بقیہ عبادتیں تعمیل حکم کی وجہ سے عبادتیں بنی ہیں۔

بغیر نماز کے اللہ تعالی سے رابطہ قائم نہیں ہوسکتا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اعبداللّٰہ كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك" اللہ کی ایسی عبادت کرو گویا کہ ان کو دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ کیفیت نصیب نہ ہو تو پھر یہ دھیان میں رکھو کہ اللہ تعالی تمہیں دیکھ رہے ہیں، خشوع وخضوع کی حالت میں جو نماز پڑھی جائے گی اس سے بندہ کا اللہ تعالی سے رابطہ قائم ہوگا، اگر نماز میں دوسرا خیال لاتا ہے ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے، تو حق تعالی فرماتے ہیں کہ میرے ہوتے ہوئے غیر کی طرف توجہ کرتا ہے، تجھے حیا نہیں آتی۔

نماز سے دیدار خداوندی کی استعداد:

نماز سے ہی اللہ تعالی کو دیکھنے کی صلاحیت بندہ میں آتی ہے، عمر بھر

نماز پڑھتا رہے گا تو ابتداء عقیدے کی آنکھ سے دیکھے گا، پھر کشف کی آنکھ سے اور پھر ایک وقت آئے گا کہ آخرت میں اس آنکھ سے بھی دیکھ سکے گا، دراصل عبادت کا اصلی مقصود معبود کو دیکھنا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے، اور یہ صرف نماز سے ہی ممکن ہے، معلوم ہوا کہ حقیقی عبادت نماز ہی ہے۔

بکثرت ذکر وتسبیح کا حکم اور اس کا فائدہ:

"یاایھاالذین آمنوا اذکر الله ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا"۔ (سورۂ احزاب پارہ۲۲/ رکوع ۳)

اے ایمان والو! اللہ کا بہت ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو، ذکر سے مراد یہ ہے کہ دل اللہ تعالی کے ساتھ متصل ہو، اس کے مراقبے میں لگا رہے، ذکر صرف زبان ہلانے کا نام نہیں، بلکہ نماز جس میں زبان ہلانے کے ساتھ ساتھ دیگر اعضاء وجوارح کا اشتغال بھی ہے، احادیث میں اس پر بھی ذکر اللہ کا لفظ وارد ہوا ہے، بعض احادیث تو خاص نماز کو بھی ذکر اللہ قرار دیتی ہیں، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو رات میں جگائے اور دونوں دو دو رکعت پڑھیں، تو اس رات میں وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں اور ذکر کرنیوالیوں میں داخل ہوں گے، تاہم ذکر اللہ نماز سے زیادہ وسیع معنوں میں بولا جاتا ہے، اس آیت میں صبح وشام کا ذکر اس لیے آیا ہے کہ ان دونوں اوقات میں دلوں کا جوش اور باطنی توجہ انسان کو اتصال باللہ کی طرف راغب کرتی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جو اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجمع میں میرا ذکر کرے، میں اس کا ذکر اس سے بہتر مجمع میں کرتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بڑی رحمت اور فضل وکرم ہے، جس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، مخلوق کیا اور اس کی اوقات کیا؟ انسان کیا اور اس کی شان کیا؟ اللہ تعالی کا بندے کا ذکر کرنا اس کا فضل ورحمت ہی ہے، اللہ تعالی کا اس فانی وضعیف انسان پر صلوۃ ورحمت سے متوجہ ہونا، بس اس کی طرف سے انسان کی عزت افزائی اور اکرام ہے، ورنہ اس ضعیف سے ذرے میں کوئی ایسا کمال نہیں تھا۔

پیغام خلیفة الله فی الارض کے نام:

اے آدم علیہ السلام کی اولاد! اے اللہ تعالی کے خلیفہ ونائب! غور کا مقام ہے "تسبیح له السموات والارض ومن فیھن" اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، ساتوں آسمان اور زمیں اور جو کوئی ان میں ہے، تو کیوں غافل ہے؟ اے خلیفہ! اے اشرف المخلوقات! بڑے افسوس اور حیرت کا مقام ہے، زمین وآسمان، شجر وحجر اور ملائکہ تو ہر وقت یاد الہی میں مصروف رہتے ہیں اور تو غرور وغفلت، ظلمت وجہالت میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد، اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے گریزاں ہے:

فسبح بحمدربك و کن من السجدین
و اعبد ربك حتی یاتیك الیقین

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ "نقوش اسلام" کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

- مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔
- مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔
- شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔
- ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔
- مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہیں ہوں گے۔ (ادارہ)

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: فتاوی سعادت
افادات: حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مظاہری
جمع وترتیب: مولانا شکیل احمد صاحب سعادتی
صفحات: ۱۳۸/
ناشر: شعبہ نشر واشاعت جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ ضلع بھروچ گجرات

زیر نظر مجموعہ فتاوی حضرت مولانا عبداللہ صاحب مظاہری رئیس وشیخ الحدیث جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ کے وہ ۱۰۱ر فتاوی ہیں، جوانہوں نے زمانہ طالب علمی میں حضرات اساتذہ کرام کی زیرنگرانی مظاہر علوم میں تحریر کئے تھے، مولانا موصوف نے مظاہر میں حضرت مفتی یحییٰ صاحب کے پاس فتوی نویسی کی مشق کی اور استاذ محترم کی خصوصی توجہات وشفقتیں حاصل کیں، اس زمانہ میں آپ نے اپنے اساتذہ کی طرف سے دئے گئے جن استفتاءات کے جوابات تحریر فرمائے، ان کی نقل مظاہر علوم کے رجسٹروں سے حاصل کرکے، ان کی تحقیق ومراجعت کرکے شائع کئے گئے، موضوع کی مناسبت سے مختلف مواقع اور مناسبات پر حضرت مفتی صاحب کے تحریر کردہ ۲/ مقالات فقہیہ بھی شامل اشاعت کردئے گئے ہیں، کتاب کے موٹے موٹے عناوین یہ ہیں:

تقریظ، تقدیم، کتاب العقائد، کتاب المحد ثات، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلاۃ، کتاب الصدقات، کتاب الصوم، کتاب البیوع، کتاب الرہن، کتاب الاجارہ، کتاب الوقف، کتاب النکاح، کتاب الاضحیہ، کتاب الایمان، کتاب السرقۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، کتاب الوصایا، متفرقات، فقہی مقالات وغیرہ۔

مولانا شکیل احمد صاحب سعادتی نے ان فتاوی کی ترتیب ومراجعت کرکے ایک اچھا کام کردیا جو حضرت مولانا عبداللہ صاحب کے حسنات میں اضافہ کردیا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

نام کتاب: الدرایۃ فی الاستشہاد بالآیات فی الہدایۃ
ترتیب وپیش کش: طلبہ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ
صفحات: ۱۵۱/
ناشر: شعبہ نشر واشاعت جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ ضلع بھروچ گجرات

پیش نظر کتاب ''الدرایۃ فی الاستشہاد بالآیات فی الہدایۃ'' میں شیخ الاسلام علامہ برہان الدین مرغینانی کی ان آیات کی تفصیل ہے، جن آیات سے علامہ موصوف نے ہدایہ میں استشہاد کیا ہے، صاحب ہدایہ کا اپنی اس بیش بہا کتاب میں ایک خاص نظریہ اور انداز ہے، یہ انداز روایات اور درایات دونوں کو جامع ہے، وہ صرف دلائل نقلیہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دلائل عقلیہ اور نظائر پیش کرکے اپنی بات مدلل کرتے ہیں، منصوص احکام پر بنظر غائر مطالعہ کرکے متفرق فروع کی جامع اور ہمہ گیر بنیاد رکھتے ہیں۔

اس کتاب کے بنیادی مآخذ میں احادیث کی تخریج امام جمال الدین زیلعی نے فرما کر ''نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے، ضرورت تھی قرآنی آیات کی تفصیل وتخریج کی، چنانچہ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ کے طلبہ نے یہ کام بڑے اچھے انداز میں کردیا، حافظ عبدالرحیم نے ہدایہ اول، حافظ صفوان گڈھوی نے ہدایہ ثانی، حافظ محمد عباس کالولوی نے ہدایہ ثالث اور حافظ عبدالمنان لوناواڈی نے ہدایہ رابع کی آیات جمع کرکے سورت اور آیت نمبر کی تعیین کے ساتھ ترجمہ نقل کیا اور طریقہ استدلال کو بھی واضح کردیا، اور چاروں نے مل کر آیات کا ایک جامع اشاریہ بھی تیار کرڈالا، اس طرح یہ ایک اچھا کام ہوگیا۔

اللہ تعالی ان چاروں طلبہ کی محنتوں کو قبول فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے، کتابت وطباعت عمدہ معیاری اور ٹائٹل خوبصورت ہے، ہدایہ پڑھنے والوں کے لیے خاصے کی چیز ہے۔

حالات حاضرہ

حافظ عبدالستار عزیزی

عالمی خبریں News World

نشہ خوری خدائی اور سماجی جرم

انسانوں کی صحت مند زندگی کے لئے اللہ نے ان گنت نعمتیں اور چیزیں پیدا کی ہیں، اسی طرح ایسی چیزیں جو انسان کی زندگی کیلئے تباہ کن اور اخلاقی بربادی کا سبب ہیں، ان کی بھی نشاندہی فرمائی، ان میں نشہ کرنے والی چیزیں جو انسان کی صحت کیلئے زہر ہلاہل اور مہلک ہیں، وہ شراب ہے، جس کو اللہ نے ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی ماں قرار دیا ہے، شراب نہ صرف یہ کہ خدا کی منع کی ہوئی چیز ہے، اس میں حکمت خداوندی بھی ہے، کہ اس کو استعمال کرنے کے بعد انسان کا دماغ متأثر اور تمام اعضاء مفلوج ہو جاتے ہیں، اس کے نشہ سے انسان اس حد تک پہنچ جاتا ہے اور ایسی حرکتیں اس سے صادر ہو جاتی ہیں کہ شیطان بھی ناک رگڑنے لگتا ہے، اس کا اظہار مدرسہ قادریہ مسروالا میں مدرسہ کے ناظم مولانا کبیر الدین فاران مظاہری نے طلبہ کے درمیان ہماچل پردیش سرکار کی اپیل جو ''نشہ نوارن ابھیان'' کے تحت سیاسی، سماجی، مذہبی ادارے سے حکومت کی طرف سے تھی اس کے تحت کیا، قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! شراب اور جوا ایک گندی چیز ہے اور شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے ہر حال میں بچتے رہو، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو چیز نشہ لائے وہ شراب ہے، جو حرام ہے، خواہ مقدار میں کم ہو یا زیادہ، آپ نے کہا کہ نشہ کی حالت میں انسان کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے، اس حالت میں اگر مر جائے تو اس کا حشر اور انجام برا ہوگا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نشہ کرنے والے کے ساتھ اللہ کا معاملہ مرنے کے بعد جہنمیوں کا پیپ اور لہو جو زخموں سے بہتا ہے اسے بطور سزا پلایا جائیگا، دنیا جانتی ہے کہ نشہ کی حالت میں انسان حیوانیت کے اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اسے نہ اپنے پرائے کا خیال ہوتا ہے، نہ اپنی اور دوسروں کی زندگی کی فکر رہتی ہے، اس موقع پر مولانا فاران نے کہا شراب، گٹکہ، بیڑی، سگریٹ اور اس جیسی دوسری نشہ آور چیزوں کے استعمال سے جہاں آدمی اپنے آپ کو مالی، جسمانی اور ذہنی اعتبار سے کمزور کرتا ہے وہیں وہ ملک اور سماج کے ساتھ گھٹیا اور شرمناک طریقہ بھی اپناتا ہے۔

ان حقائق کے باوجود ایک طرف سرکار نشہ روکنے کی اسکیمیں بناتی ہے اور دوسری طرف اس کیلئے لائیسنس بھی جاری کر کے مہلک اور جان لیوا چیزوں کے چلن کی سرپرستی کا ارتکاب کرتی ہے جو قابل ملامت ہے۔

اس لئے سرکار کو ہر اس طریقہ سے پرہیز کرنا چاہئے جو ملک کے باشندوں کی روح اور جسم کیلئے نقصان دہ ہو، مولانا فاران نے عورتوں سے خاص طور سے اپیل کی ہے کہ شراب کے ٹھیکوں اور ایسے گندے ماحول کے خلاف خاموش تحریک چلائیں، جسکی وجہ سے ہر شام انکے لئے شام غم بن کر آتی ہے، اور شرابی شوہر کے ہاتھوں وہ ظلم وستم کا شکار بنتی ہیں، اسی کے ساتھ ملک کے باشعور مذہبی، سیاسی اور سماجی رہنماؤں کو اس لعنت سے بچانے کیلئے باوزن تحریک چلانی چاہئے۔

مرکز میں خروف کی قربانی

ہر سال کی طرح امسال بھی مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں ''خروف'' کی قربانی کا اہتمام کیا گیا، جس میں قربانی کے تینوں دنوں میں قربانی ہوتی رہی، آئندہ سال جن حضرات کو خروف میں حصہ لینا ہوگا، وہ ۹/ ذی الحجہ تک اپنے خروف کی قیمت مرکز میں روانہ فرمادیں، تاکہ سہولت کے ساتھ قربانی کی جاسکے۔

وفیات

❁ ماہنامہ نقوش اسلام کے چیف ایڈیٹر جناب مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی خالہ مسماۃ ''خاتون'' کا حسنہ والا (بہاری گڈھ، ہریدوار) میں انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ میں بہت ساری خوبیاں تھیں، بڑی دیندار اور صوم وصلاۃ کی پابند ہونے کے ساتھ خوش اخلاقی جیسی صفات سے متصف تھیں۔

❁ ۹/ نومبر ۲۰۱۰ء بروز منگل صبح ۹/ بجے مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری کا تھانہ بھون میں انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف نہایت سنجیدہ مزاج کے مالک تھے، ان کی عمر تقریباً ۱۰۰/ سال کے لگ بھگ تھی، مولانا موصوف خوش مزاج اور مشاق قاری بھی تھے، پسماندگان میں بیوی کے ساتھ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، اللہ تعالی مولانا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین

❁ ۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۱/ نومبر ۲۰۱۰ء کو مدرسہ نور القرآن موضع ڈھابہ ضلع سہارنپور کے بانی جناب حضرت مولانا مہدی حسن صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، تمام قارئین سے گزارش کرتا ہے کہ مرحومین کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرما کر بلند درجات نصیب فرمائے۔ (ادارہ)

❁❁❁